رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر (۱۰) | اکتوبر ۱۹۲۵ء مطابق ربیع الاول ۱۳۴۴ھ | جلد (۲۴)

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے شائع کیا۔

فہرست کتب

مندرجہ ذیل کتابیں احباب اگر خرید کریں تو نہ صرف انکے اپنے معلومات میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ وہ اسے تقسیم کرکے تبلیغ کے فرض سے ایک حد تک سبکدوش ہو سکیں گے خدا کے فضل سے یہ نہایت نادر مجموعہ ہے۔ خاص توجہ فرمادیں ؀

مختلف ٹریکٹ

رسالہ لا مہدی الا عیسیٰ جس میں تمام احادیث متعلقہ مہدی پر جمع ہے ۴ر

چندکار آمد حوالے ۱ ۔/
" " ۲ ۔/

آریہ سماجی و گاندھی جی ۔/
احمدی غیر احمدی میں فرق ۔/
مسیح موعودؑ و امت محمدیہ ۱ر
اسلام کی اندرونی تصویر ۔/
کفارہ ۱ر
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ ۱ر

چھ ماہ کے پیر بخشی رسالوں کا جواب ۱۰ر
بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض ۔/
تبرا کا عدم جواز کتب شیعہ سے ۔/
احمدی عقائد بمقابلہ پیغامی عقائد ۔/

نایاب کتابیں

شیعہ کے بیس سوالوں کے جواب ۴ر
پیغام حق ۳ر
تحقیق امام آخر الزمان ..
کتب شیعہ سے احمدیت کی تصدیق ۱۲ر
مباحثہ بمبئی ۱۰ر
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۱۲ر
فائل تشحیذ الاذہان ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۱ء تک ۔ بیس روپے

تشحیذ بک ایجنسی کی بہترین کتب

۱۔ براہین العقائد۔ فضلاء سلسلہ احمدیہ نے سات ارکان اسلام پر قرآن مجید سے عقلی دلائل دیئے ہیں ۸ر

۲۔ معارف القرآن۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے درس القرآن فی رمضان سے گیارہ پاروں کے نوٹ ۸ر

۳۔ مقصد مذہب۔ معرکۃ الآراء مضمون جو مذہبی کانفرنس لاہور میں کل مذاہب کے نمایندوں کے سامنے پڑھا گیا ۳ر

۴۔ سلسلہ احمدیہ و تصوف۔ مذہبی کانفرنس ویمبلے لنڈن میں جو دو مضامین پڑھے گئے ان کا ترجمہ ۵ر

۵۔ شریعت جدیدہ بہاء اللہ ایرانی کی } نہایت معرکۃ الآراء مضمون ہے جو نایاب بہائی کتب کا خلاصہ ہے اسکے ساتھ تصوف کا مضمون بھی جو ہماری طرف سے ویمبلے کانفرنس لنڈن میں پڑھا گیا ۶ر

۶۔ کمالات احمدیہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مایہ ناز اعتراض "شہادات مرزا" کا دندان شکن جواب ۹ر

۷۔ مباحثہ سرگودہ } تحریری مباحثہ جو جناب سید محمد اسحٰق صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب کے مابین صداقت و نبوت مسیح موعودؑ پر ہوا۔ ۶ر

۸۔ التشریح الصحیح فی نزول المسیح۔ مسئلہ نزول مسیحؑ کے متعلق تمام دلائل جمع کردیئے ہیں ۶ر

نوٹ:۔ آٹھوں کتابوں کے اکٹھے خریدار کو اڑھائی (۲۸) روپے میں یہ کتابیں دیجائینگی ؀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلامی اذان کی فلاسفی

(رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ)

ہر مذہب میں عبادت باجماعت

جسقدر متمدن مذاہب ہیں ان میں نماز باجماعت ایک ضروری فرض قرار دیا گیا ہے۔ ہندو مندروں میں یہودی صومعوں میں مسیحی گرجوں میں ضرور کسی نہ کسی دن اپنے سب بھائیوں کے ساتھ مل کر عبادت کرنے کے لئے جاتے ہیں اسلام نے اس طریق عبادت کو اور بھی زیادہ ضروری قرار دیا ہے اور پانچ وقت ہر ایک مسلمان کا فرض مقرر کیا ہے کہ مسجد میں جائے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر خدا تعالیٰ کی عبادت بجا لائے۔

معبد کی طرف بلانے کا طریق

اس ضروری فریضہ کی ادائگی کے لئے جس میں ایک مقام کے سب ہم مذہبوں کا جمع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یہ بھی ضروری تھا کہ ایسا نشان مقرر کیا جاتا جسکے ذریعہ سے سب لوگ سمجھ جاتے کہ اب ہمیں سب کاموں کو چھوڑ کر اپنے معبد کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے مختلف مذاہب کے لوگوں نے مختلف طریقے اعلان کے مقرر کئے ہیں۔ ہندو نرسنگھا کے ذریعے مندر کی طرف بلاتے ہیں۔ مسیحی گھنٹے کے ذریعہ سے عبادت کے وقت کا اعلان کرتے ہیں۔ یہودی ناقوس کے ذریعہ سے منادی کرتے ہیں۔ جو سب اعلان کے اچھے ذریعے ہیں۔ لیکن پھر بھی بے معنی شور سے زیادہ اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

اسلام میں اذان کی ابتداء

جب اسلام میں نماز باجماعت فرض ہوئی تو یہ سوال بھی پیدا ہوا کہ لوگوں کو نماز کے لئے جمع کس طرح کیا جائے۔ بعض نے مشورہ دیا کہ گھنٹہ بجایا جائے بعض نے نرسنگھا اور بعض نے ناقوس کو پسند کیا بعض نے مشورہ دیا کہ عرب کے دستور کے مطابق کہ جب قوم کو جمع کرنا ہو تو کسی ٹیلہ پر آگ جلا دیتے ہیں۔ ایک اونچی جگہ پر آگ ۔۔۔۔ جلا دی جایا کرے تو ان میں کسی تجویز کو پسند نہ کیا گیا اور بامر مجبوری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ناقوس بجا دیا جایا کرے مگر دوسر

دن ایک صحابی نے اپنی خواب سُنائی کہ مجھے ایک شخص نے رؤیا میں بتایا ہے کہ لوگوں کو نماز کے لئے ان کلمات کے ذریعے سے بلاؤ۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ حیّ علے الصلوٰۃ۔ حیّ علے الصلوٰۃ۔ حیّ علے الفلاح۔ حیّ علے الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب کی نسبت فرمایا کہ یہ ضرور سچی خواب ہے اور حکم دیا کہ ہر نماز سے پہلے ایک بلند آواز شخص ان کلمات کو زور سے پکار کر کہے کہ سب مسلمانوں کو علم ہو جائے کہ اب نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

اذان اسلامی تعلیم کا خلاصہ

گو اذان کے کلمات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہ راست وحی میں نہیں بتائے گئے لیکن چونکہ ان کی تلقین رؤیا کے ذریعے سے ہوئی ہے اس لئے یہ الٰہی احکام ہی کا نتیجہ ہیں اور اُن کی خوبی اور حُسن اس ہستی کی طرف منسوب ہے جو سب خوبیوں کا سرچشمہ ہے جس طرح اور امور میں اسلام دوسرے مذاہب پر فوقیّت رکھتا ہے اسیطرح اسکے دوسرے مذاہب کا طریق اعلان بے معنی ہے اسلام کا طریق اعلان یعنی اذان اسلامی تعلیم کا خلاصہ ہے اور اُسکے ذریعے سے مسلمانوں کی طرف سے پانچ وقت بلند آواز سے دوسرے مذاہب کے سامنے اسلامی تعلیم پیش کی جاتی ہے اذان کے الفاظ میں اسلام کے سات اصولی تعلیموں کو پیش کیا گیا ہے جو گویا سارے اسلام کا خلاصہ ہیں۔

پہلا اصل اللہ اکبر میں

پہلا اصول اللہ اکبر کے الفاظ میں پیش کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے یہ سب سے پہلی تعلیم ہے جو اسلام بنی نوع انسان کے پیش کرتا ہے خدا کی بڑائی اور اُسکی تعلیم اسلامی تعلیم کا ایک بڑا جزو ہے کوئی انسان کسی چیز کے حصول کے لئے کوشش نہیں کر سکتا جبتک کہ اسکو سب سے پہلے یہ نظر نہ آوے کہ وہ چیز اس قابل ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے عقل کی تسلّی اور دلیل کی رہبری کے بغیر اسکے حصول کا خیال بھی اسکے دل میں پیدا نہیں ہو سکتا پس اسلام دینی تعلیم کا ایک جزو یہ پیش کرتا ہے کہ میری تعلیم میں خدا تعالیٰ کی علو شان اور عظمت مرتبت کو ثابت کیا گیا ہے۔

دوسرا اصل اشھد ان لا الٰہ الا اللہ میں

دوسرا مقام توحید کا ہے یعنی بڑائی اور چھوٹائی کا خیال ہی درمیان سے اُٹھ جائے اور اس قسم کی محبت دل میں پیدا ہو جائے اور ایسا تعلق قائم ہو جاوے کہ اُسکے سوا کوئی اور شے نظر ہی نہ آئے وہی وہ آنکھوں کے سامنے رہ جائے پس اللہ اکبر کے بعد اذان میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ رکھا گیا ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جسکی طرف توجہ کیجا سکے اور جو انسان کا مقصد بن سکے گویا خدا تعالیٰ کے معاملے میں

موازنہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک خوبی اور ہر حسن اُسی کی طرف سے آتا اور اُسی کی طرف لوٹتا ہے پس وہ ایک ہی ملجا ہے اور ایک ہی ماوا۔ ان دو اصولوں سے قدرت باری کے کامل اور ایک ہی ماوا اور ملجا ہونیکا ثبوت دیکر اذان انسان کو اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ یہ کامل ذات اپنی ذات میں ہی کامل نہیں بلکہ انسان کو بھی کامل کرنا چاہتی ہے چنانچہ وہ اپنی طرف سے بعض انسانوں کو منتخب کرکے بنی نوع انسان کو اپنی ملاقات کیلئے بھیجتا ہے اور ان ہی سے آخری رسول اور داعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تیسرا اصل اشهد ان محمداً رسول الله میں

اذان کا یہ جملہ اشهد ان محمداً رسول الله اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اس جملہ میں اسلام کے اس اصل کا اعلان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ باوجود اپنی بلند شان کے انسان کو چھوڑ کر الگ نہیں ہو جاتا بلکہ وہ اپنے رسولوں کے ذریعے سے اسکو کامل کرتا رہتا ہے اور اپنی محبت کا ثبوت دیتا رہتا ہے۔

چوتھا اصل حيّ على الصّلوٰة میں

اس کے بعد چوتھا سوال قدرتاً یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو کامل کرنیکا ذریعہ کیا ہے اس کا جواب چوتھے فقرہ میں دیا گیا ہے اور کیا ہی سچا جواب ہے حيّ على الصّلوٰة اے انسان عبادت کی طرف کام کی طرف حرکت کی طرف دُعا کی طرف آ یعنی رسولوں کی بعثت کی غرض کو پورا کیجئے اور خدائے کامل کے ملنے کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ انسان صحیح ذرائع سے جدوجہد کرے اور مجاہدہ اور اصلاح نفس کے ذریعے سے اپنے نفس کو پاک کرے کوئی گرو کوئی ایمان کوئی تعلق کسی دوسرے انسان کا کفارہ اسکو کامل نہیں کرسکتا اسکے لئے ایک ہی راہ نکلی ہے اور وہ اپنے نفس کی قربانی اپنی جان کا کفارہ اور طبعی طریقہ کی اتباع ہے جب تک وہ ایک ایک قدم صحیح اور سچے طریقوں کی پیروی کرتے ہوئے آگے نہ چلے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا نبیوں کا یہ کام نہیں کہ وہ خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوں بلکہ ان کا یہ کام ہے کہ وہ صحیح راستہ دکھاویں۔ اپنے نمونے سے لوگوں کو روحانی تعلیمات پر چلنے کا طریق بتاویں اور اُنکی ہمت بڑھاویں اور اُنکی مدد کریں ورنہ اصل ذمہ واری اور کام کا بوجھ ہر شخص کے اپنے سر پر ہے دوسرا طریق اس کلمہ میں دُعا کا بتایا ہے محنت کے ساتھ انسان کا فرض ہے کہ دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے فضل چاہے تاکہ اس کی محبت جوش میں آئے اور وہ ہر قدم پر اس کا نگران اور محافظ ہو اور غیر مترقبہ مصائب کو اُس کی ترقی میں حائل نہ ہونے دے۔

پانچواں اصل حيّ على الفلاح میں

اسکے بعد پانچواں اصل نماز میں یہ بتایا گیا ہے کہ حيّ على الفلاح تمام احکام شریعت انسان کے اپنے فائدہ کے لئے ہیں خدا تعالیٰ کو ہرگز ان سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ ان کی غرض انسان کو دکھ میں ڈالنا ہے شریعت کے احکام ایک بوجھ کے طور پر اور محبت کی

آزمائش کے طور پر نہیں ہیں بلکہ روحانی علاج ہیں جن کے بغیر انسان روحانی طور پر مکمل ہو ہی نہیں سکتا وہ بغیر نتیجہ کے نہیں ہیں اور اس کا نتیجہ خود انسان کو ہی ملتا ہے نہ کہ کسی اور کو اور یہ کہ انسانی اعمال بلا عظیم الشان نتائج پیدا کرنیکے نہیں رہیں گے بلکہ اِن سے اعلیٰ درجہ کے نتائج پیدا ہونگے۔

چھٹا اصل پھر اللہ اکبر کی تکرار میں

اس کے بعد پھر پہلا فقرہ اللہ اکبر کا دُہرایا ہے تکرار کی غرض سے نہیں بلکہ فلاح و کامیابی جو انسان کو حاصل ہونیوالی ہے اُسکی تشریح کے طور پر اور یہ بتلانے کے لئے کہ جو ایمان خدا تعالیٰ کی بڑائی پر دلائل سے پیدا ہوتا ہے وہ اسلام کی تعلیم پر چل کر آخر مشاہدہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اسلام کے نزدیک انسان کی حقیقی کامیابی یہی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے اور اپنے تجربے سے ان تعلیمات کی سچائی کو دیکھ لے جن کو پہلے صرف دلیل اور عقل سے وہ مانتا تھا چنانچہ کامیابی کے بعد ان الفاظ کو دُہرا کر بتایا ہے کہ اسلام کی رُو سے مومن اس حد تک کامیاب ہو سکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بڑائی کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات کو خود اپنی ذات میں جلوہ گر دیکھے پس ان کلمات کے ذریعے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسلامی تعلیم پر چل کر انسان خدا تعالیٰ کا ایسا مقرب ہو جاتا ہے کہ وہ اُس کی بڑائی کو دلیل ہی سے نہیں بلکہ اپنے مشاہدہ اور ذاتی تعلق سے صادق پاتا ہے۔

ساتواں اصل آخری درجہ ترقی لا الٰہ الا اللہ میں

اِسکے بعد آخری درجہ ترقی کو بھی اذان کے دوسرے کلمہ کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمام ان روحانی سیروں کے بعد اور تجارب کے بعد انسان جس نتیجہ پر پہنچتا ہے اور جس حقیقت پر آگاہ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا سب چیزیں فانی اور بے حقیقت ہیں غیر فانی حقیقی اور مقصد اعلیٰ نہیں اور پہلے جو وہ اس عقیدہ کو دلائل سے تسلیم کرتا تھا اب اپنے وجود میں فنا ہو کر اور روحانی ترقیات کے اعلیٰ مقامات کو حاصل کر کے بطور مشاہدہ کے ان باتوں کو دیکھ لیتا ہے اور روحانی بینائی کے ذریعہ سے اس امر کو دیکھ لیتا ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے باقی سب چیزیں اپنی ذات میں بے حقیقت ہیں۔ اور اُن کی ہستی محض خدا تعالےٰ کے فضل سے ہے تمام اسباب اور علتوں کی کڑیاں اُس کی آنکھوں کے آگے پھر جاتی ہیں اور وہ مادیت کے تاریک میدان سے نکل کر توحید کے روشن مقامات پر جہاں کہ نیچر کے باریک در باریک قوانین ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہو جاتے ہیں۔ پہنچ جاتا ہے۔ اور اسوقت اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے کسی اور غرض سے نہیں رہتا بلکہ اُسکے حسن اور اُسکی خوبصورتی اور اُسکے کمال اور اُسکی توحید کیلئے ہوتا ہے جو کسی چیز کو دخل انداز ہونے بلکہ حقیقتاً موجود ہونے کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ یہ سات اصول اسلامی تعلیم کا خلاصہ ہیں جو پانچ وقت

مؤذن کی بلند آواز کے ذریعہ سے دنیا کو سنائے جاتے ہیں اور اس سے بہتر اور اس سے مختصر اور اس سے زیادہ مؤثر پیرایہ کسی مذہب کی تعلیم کے شائع کرنیکا اور کیا ہو سکتا ہے مسلم کی اذان بلاوا کا بلاوا بھی ہوتا ہے اور تبلیغ کی تبلیغ وہ کوئی عمل ایسا نہیں کرتا جو لغو اور بے معنی ہو بلکہ اسکو بتایا گیا ہے کہ اس کا ہر ایک فعل اپنے اندر ایک معنی رکھتا ہو۔ اور اسکی ہر ایک حرکت ایک حقیقت پر مشتمل ہو۔

عدم رجوع مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام

مولویوں کا تو ذکر نہیں بعض بھلے مانس بھی وفات مسیح کے دلائل سے گھبرا کر رجوع موتیٰ کا سہارا ڈھونڈنے لگ جاتے ہیں یہاں بھی شرعی اور عقلی دلائل کے سامنے جب تاب مقابلہ نہیں رہتی تو چارہ گری کے لئے یہ پہلو اختیار کرنے لگتے ہیں کہ چونکہ انکے آنیکی پیشگوئی ہے اس لئے وہی آئینگے خواہ کسطرح بھی آئیں میرا مدعا صرف یہ دکھانا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کا دوبارہ نزول محال اور باطل ہے خواہ وہ زندہ ہوں خواہ فوت شدہ۔ میں اپنے اس اختصاریہ میں مدار استنباط فی الحال صرف کلام مجید پر محدود کرتا ہوں۔ دلائل تو وہی ہیں جو احمدیہ لٹریچر میں پیشتر سے موجود ہیں میں صرف حقیقت کی رو کشائی ایک اور پہلو سے کرتا ہوں۔ مطلوب تو امت محمدیہ سے ہی مسیح کا ہونا ہے۔ حضرت مسیح ناصری کے عام نبیوں کے زمرہ میں شمار ہونیکی صورت میں ان کا دوبارہ آنا غلط کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۱) یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب (المائدہ ع۱۵) حضرت عیسیٰؑ نازل فرما ہو کر جب چالیس سال جدوجہد سے یہود و نصاریٰ کی پوری سرگزشت اور معتقدات فرقہ بندی اور عیسیٰ پرستی وغیرہ سے کامل طور پر آگاہ ہونگے اور تمام اہل مذاہب کو حلقہ بگوشان اسلام بنائینگے تو ماذا اجبتم کے جواب میں "مجھے تو کچھ بھی خبر نہیں علام الغیوب تو ہی ہے" کہنا حق کو چھپانا اور کتمان شہادت اور کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس بزرگ رسول کو ایک طرف خدائی صفات سے متصف اور دوسری طرف ایک عامی مقدمہ باز کی طرح دروغگوئی میں ملوث نہ کرو۔ دیکھو جب کہف رب سے ماذا اجبتم المرسلین (قصص ع) کا سوال ہوتا ہے تو وہ اس طرح کذب بیانی نہیں کرتے بلکہ خاموش رہتے ہیں کیونکہ پریشانی کی وجہ سے انکی حواس باختگی کی حالت ہوتی ہے جیسے فرمایا فعمیت علیھم الانباء یومئذ مگر انبیاءؑ کو تو اس وحشتناک نظارہ سے کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی کیونکہ فرمایا ہے وھم من فزع یومئذ اٰمنون (نمل ع) دوسرے انبیاءؑ کی طرف سے تو یہ جواب درست ہے کیونکہ وہ اپنی رحلت کے بعد اپنی امت

کی حالت سے بے خبر ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ دوبارہ آئینگے تو اپنی اُمّت کیا دوسروں کی حالت سے بھی باخبر ہو جائینگے۔ پس یہ جواب درست نہ ہوگا۔ قرآن کی آیت صحیح اور اٹل ہے اور مسیحؑ کی آمد ثانی کی کہانی مخترع محض۔ سوچو۔

—:(۲):—

حضرت مسیحؑ کا معبودِ نصاریٰ ہونیکی حیثیت سے بھی نزول محال۔ قرآن فرماتا ہے:۔ یوم نحشرھم جمیعا ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم وشرکاءکم فزیلنا بینھم وقال شرکاءھم ماکنتم ایانا تعبدون فکفی باللہ شھیدا بیننا وبینکم وان کنا عن عبادتکم لغافلین (یونس ع۳) حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہوں یا مُردہ انکی آمد ثانی غیر ممکن ورنہ ماکنتم ایانا تعبدون اور وان کنا عن عبادتکم لغافلین کہنا صریح خلاف بیانی، دوبارہ آنیکی صورت میں نبی ہوکر انکی یہ جرأت غیر احمدیوں کے نزدیک ہی مُسلم ہو تو ہو عقیدۂ نزول سے عیاذاً باللہ ان کو کذاب ٹھیراؤ یا انتظار نزول سے باز آکر انکو صادق مصدوق جانو۔ یہ اختیار ہمارے دوستوں کو۔ غور کرو۔

—:(۳):—

ایک خاص اور مشخص رسول کی حیثیت سے بھی انکی آمد ثانی محال ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے:۔ کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شیءٍ شھید (مائدہ ع۱۶) فرض کرلیا کہ توفیتنی سے مراد پورا پورا لے لینا ہے اور حضرت مسیحؑ آجکل چرخ چہارم یا دوم پر تشریف فرما ہیں مگر بعد واپسی نصرانی ضلالت اور دجّالی غوایت سے کامل طور پر مطلع ہوکر بھی کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم اور فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم فرمانا کہاں تک ایک اولوالعزم نبی کے شایاں ہے اسکا نام صداقت شعاری اور حق گوئی ہے؟ اگر کہو کہ توفیتنی کے بعد کے حالات سے لاعلمی کا اظہار ہے یعنی رفع و نزول کے درمیانی زمانہ کے حالات سے۔ تو غور کرو کہ سوال کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں علاوہ ازیں کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم کہنا بھی کذب ہو جاتا ہے جبکہ بعد النزول بھی ما دمت فیھم صادق آرہا ہے۔ غرض جبتک اس قرآنی آیت کی صحت مسلّم ہے نزول ثانی کا قضیہ باطل۔ دیکھو تو۔ ایک مومن دنیوی سلطنت کے نائب کی کچہری میں دروغگوئی کا ارتکاب خواہ اسکی جان پر بھی آبنے اسلئے نہیں کرتا کہ تقوی اللہ اور اخلاق مانع ہوتے ہیں پھر کیا کہتے ہو ایک بزرگ نبی کے متعلق اور وہ بھی رب العالمین کے دربار میں۔ تدبر کرو۔

—:(۴):—

حضرت مسیح کی اپنی زبانی کہ وہ دوبارہ تشریف فرما نہ ہونگے فرمایا۔ وبرًّا بوالدتی ولم یجعلنی جبارًا شقیا والسلٰم علیّ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیًّا۔ ازمنہ ثلاثہ ولادت۔ وفات قیامت تینوں میں سلامتی کی یاوری کو تحدیث نعمت کے طور پر وہ بیان فرماتے ہیں۔ کل ادیان کو مقہور کرکے

اہل عالم کو حلقہ بگوش اسلام بنا کر سرورِ عالمؐ کے ساتھ مدفون ہونگے۔ مگر دیکھئے کہ اس مجسم سلامتی کے دَور اور خارق عادت سماوی زندگی صفت حی سے متصف ہونے وغیرہ کا ذکر ہے کہ بھول کر بھی نہیں فرماتے۔ سلامت باری کے ان غیر معمولی اور عظیم الشان دَوروں کو نظر انداز کرتے ہوئے بالکل اپنے رشتہ بھائی حضرت یحییٰؑ کی طرح انہیں تین زمانوں اور تغیر کے تین مرحلوں کو بیان کرنا جن کو ہر فرد بشر اور ابن آدم طے کرتا ہے اہل دانش سے برہانی سفارش کے ساتھ اپیل کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت شدگی کی صورت میں بھی دوبارہ نہ آئینگے اور نہ زندگی کی صورت میں، نہیں بلکہ وہ لذت موت سے آشنا ہو کر لاحق اموات ہوگئے ہیں صلوات اللہ علیہ وعلیٰ من جاء باسمہ۔

غور تو کرو کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق جس طرح تین سلامتیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ: سلامٌ علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔ محض انہیں تینوں کا ذکر وہاں بھی کیا ہے حالانکہ ایک معمولی فرق کو جو نزول سا اہم و انفع نہیں ہے۔ بَرًّا بوالدیہ اور بَرًّا بوالدتی کہکر ظاہر فرمایا ہے۔ قربان ہے قرآن کی اعجاز بیانی پر۔ ابھی یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ سوانح میں توازن رکھنے کے لئے یہ تین کی مساوات قائم کی گئی ہے والدہ اور والدین کے لفظ سے وہ نکتہ بھی دریابُرد ہوجاتا ہے۔ مولویانہ منطق بول اٹھیگی کہ کیا ہوا۔ صرف تین کے ذکر سے عدم نزول کیونکر ثابت ہوگا جبکہ عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ مگر صاحب! اعلیٰ اور اہم بالذکر کو ترک کرکے ادنیٰ وانقص کو ذکر کرنا خصوصاً جبکہ اعلیٰ واہم کا ذکر ضروری ہو معمولی عقل سے بھی دُور ہے تو کجا سرچشمۂ حکمت و دانش خالق فطرت جلّ جلالہٗ۔ تفکر سے کام لو۔

(۵)

حضرت مریم کا پلوٹھا ہونیکی حیثیت سے بھی حضرت مسیح ناصری نہ آئینگے فرمایا:۔ اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ .... ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتورٰۃ والانجیل ورسولا الیٰ بنی اسرائیل (آل عمران ع) نزول ثانی کا مخترع قصہ اس بشارت کو جو تولد مسیحؑ سے پیشتر فرشتوں نے حضرت مریم کو دی تھی مغز حقیقت سے خالی روح معنی سے عاری ثابت کرتا ہے۔ تورات و انجیل سکھانے کی بشارت دیجاتی ہے جنکو محض تین سال کے لئے استعمال کرنا ہے اور جس استعمال کا نتیجہ بھی غیر خوش کن۔ قرآن سکھانیکا ذکر نہیں جس کو نہ صرف چالیس سال تک بطور سماوی حربہ کے استعمال فرمائینگے بلکہ انکی بے نظیر کامیابی کا واحد ذریعہ ہی یہ ہوگا۔ سوچو تو سہی! آمد ثانی کی کہانی مصنوعی ہے یا قرآنی علوم سے ناواقف ہو کر ہی وہ اسلام کو غلبہ بخشینگے۔ اور اسکے سیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسکے سکھانیکا تو ذکر نہیں یا بغیر سکھائے سیکھ جائینگے جبکہ تورات وانجیل سے بغیر سکھائے واقف نہ ہوئے حالانکہ قرآنی صفت میں فیھا کتب قیمۃ وارد ہے غرض مریم کو اس عظیم الشان بشارت سے محروم رکھنے میں

کیا بھید تھا جبکہ اس سے ادنیٰ سے محروم نہ رکھا۔ کیا فرشتوں نے سہو کی وجہ سے ترک اولیٰ کا ارتکاب کیا ہے۔ یا کوئی اور انکشاف پردۂ کتم میں ابھی تک مخفی ہے۔

حقائق و معارف کی کثرت اور ہدایت کے سہل و بلند ترین ذرائع کی وجہ سے قرآن ان دونو کتابوں سے ارفع اور اپنے وسیع اثر اور حضرت مسیحؑ کی غیر معمولی فتح کے مدار ہونیکی وجہ سے ان دونو سے کہیں بالا ہے اسکے عشر عشیر بھی تو حضرت مسیحؑ کو ان دونو کتابوں سے واسطہ نہ تھا۔ یہی تو تھا کہ صرف سہ سالہ منادی کی نوبت ہوئی اور آپ مرفوع ہوئے۔ مگر باوجود اسکے ان دونو کے سکھائے جانیکا ذکر ہے اور پیشگوئی کے طور پر بشارت دیجاتی ہے مگر اس قرآن کو سکھانیکا ذکر جسکی خدمت چالیس برس فرمائینگے اور جسکی بدولت کُل دنیا کو فتح کرینگے اور پہلی ناکامی کی تلافی ہوگی یہود عنود سے بدلہ لینگے بھول کر بھی نہیں کیا جاتا۔ عدم نزول ثانی کیلئے میں حیران ہوں اس سے واضح اور کیا استنباط درکار ہے۔ یہ بھی تو نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن کا سکھایا جانا بعد میں ہوگا اسلئے اسکے متعلق بشارت نہیں دی۔ بشارت دہی کے وقت تو حضرت مسیحؑ بھی پیدا نہ ہوئے تھے تو پھر آیندہ کی خبر ہوئی کہ نا۔ ماسوا اسکے بشارت و پیشگوئی آیندہ کے متعلق تو ہوتی ہے خواہ ہزاروں سال کے بعد ہو۔ پھر حضرت مریم کے زمانہ میں ہونیوالے امور ہی سے اطلاع دینا اور انکے بعد ہونیوالے نہایت عظیم الشان امور سے محروم کرنا کس حکمت پر مبنی قرار دیا جائیگا۔ الغرض اس بشارت ملائکہ سے لامحالہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے علوم کتب الٰہی کی حد انجیل تک ہے۔ اس سے آگے نہیں اور یہ تسلیم مستلزم ہے عدم نزول کو کیونکہ نزول مستلزم ہے علوم قرآن کی واقفیت کو اور وہ انکے لئے معدوم ہے۔

:(۶):

ورسولا الیٰ بنی اسرائیل۔ معلوم ہے کہ وائسرائے مقرر کیا جائیگا مگر خوشخبری دیجاتی ہے تو ڈپٹی کمشنر ہونیکی اعلیٰ عہدہ کی بشارت دینی تھی کہ اُن کی مادر مہربان کو خدائے رحمٰن بشارت دیتا ہے کہ تیرا فرزند معمولی انسان نہیں ہوگا بلکہ بنی اسرائیل کا نجات دہندہ ہوگا مگر غور کرو کہ اس سے بہت زیادہ عظیم الشان بشارت سے کیوں محروم رکھا کہ انکے فرزند کی نجات دہی بنی اسرائیل کی چار دیواری سے متجاوز ہو کر ایک زمانہ میں ربع مسکون کو حدود اربع بنانیوالی ہے اور اس غیر معمولی رفعت کے حصول کے لئے وہ ایک دفعہ پھر اس عالم میں قدم رنجہ فرما ہونگے۔ مادر مشفق کو زیادہ خوشی ایسی عظیم القدر بشارت سے ہوگی یا اُس بشارت سے جسکی بدولت یہودیوں کے ہاتھوں وہ کچھ بھگتنا پڑا کہ ایلی ایلی پکار اُٹھے۔ پس عیسوی نبوت کی حقیقت اور انکی تبلیغی کارگذاری کی وسعت جو تھی وہ بتادی گئی کہ وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے رسول تھے وبس۔ مزید براں کچھ نہیں۔ اگر کہو کہ یہ بعثت اولیٰ کے متعلق ہے تو سوال ہے کہ بعثت ثانیہ کے متعلق فرشتوں نے کیوں خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ کافۃ للناس انکی دوبارہ بعثت ہونی تھی تو بشارت میں اولیٰ بالذکر وہی تھی غرض رسولا الیٰ بنی اسرائیل

والی قرآنی آیۃ جب تک موجود رہیگی کافۃ للناس ہوکر انکا نزول باطل ہے۔ اگر کہو کہ نبوت سی جاری
ہوکر آئینگے اسواسطے رسولا الی بنی اسرائیل فرمایا ہے تو سوال ہے کہ یہ نزول ثانی موجب ترقی ہے کہ
تنزل۔ ترقی ہو تو بشارت میں کچھ بھی اسکا ذکر چاہئیے باسوا اسکے یہ بھی حل کیا جائے کہ نبوت سی دستبرداری میں
ترقی کیسی اور اگر تنزل ہو تو کس عمل کی پاداش ہیں۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا
ما بانفسھم۔ علاوہ اسکے انکا یہ سرٹیفکیٹ بھی نظر انداز نہ ہو کہ وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً اینما کنت جہاں
بھی جاؤں نبوت سی برطرفی نہ ہوگی۔ غرض انکی آمد ثانی کے لئے جب تک یہ آیت ہے قطعاً گنجائش نہیں۔

(۷)

یوم الفصل کی پیشی سے بھی انکی آمد ثانی معدوم ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذ قال اللہ
یٰعیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک ...... واذ علمتک الکتاب والحکمۃ
والتورٰۃ والانجیل ...... واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینٰت (مائدہ ع ۱۵)
ان انعامات کے ہوچکنے کی وجہ سے جنکی بشارت ملائکہ نے حضرت مریم کو دی تھی اب رب العالمین انکے ذکر سے
اپنا احسان جتلاتا ہے۔ مگر انہیں باتوں کا ذکر ہے جنکا تذکرہ بشارت میں گذر چکا ہے جس طرح بشارت
میں نزول ثانی کا ذکر نہ تھا اب قیامت کی پیشی کے وقت بھی نہیں۔ اگر انکے لئے قیامت سی پیشتر نزول
علوم قرآنی سے بہرہ اندوزی کل اہل عالم کو گرویدۂ اسلام بنانیکا فخر مقدر ہوتا تو روز حشر نعمات شماری
میں کیا انکا ذکر ضروری نہ تھا؟ کیا جس طرح عند البشارت فرشتوں نے انکا تذکرہ نہ کیا قیامت کے
دن خداوند نے بھی کسی وجہ سے انکے ذکر کو بیچ میں لانا نامناسب خیال فرمایا۔ اہل بصائر کے لئے
مقام غور ہے۔ پس جس امر کا نہ بشارت میں ذکر ہوا نہ بالآخر احسانات کی مد میں۔ حالانکہ بڑا احسان یہی
تھا۔ تو کیونکر باور کیا جائے کہ مسئلہ نزول ثانی بجز وہم وخیال باطل سے بڑھکر کوئی حقیقت حاصل
ہے بشارت میں تورات وانجیل سیکھنے کا ذکر ہے تو نعمت شماری میں بھی اس کا ذکر ہے بشارت
میں رسولا الی بنی اسرائیل کا ذکر ہے تو احسان جتلاتے وقت بھی اذ کففت بنی اسرائیل
عنک اذ جئتھم بالبینٰت کا بیان موجود ہے۔ اگر نہیں تو دوبارہ نزول۔ چالیس سالہ کارنامہ
عظیم الشان کامیابی کا ذکر نہیں۔ ۳۳ سالہ کلفت ورنج کی زندگی تو بطور احسان یاد دلائی جاتی ہو مگر اسی
سے احسان اعراض کیا جاتا ہے۔ احسان شماری نہ ہوئی باقل کی حساب دانی ہوئی عیاذاً باللہ۔ حکیم
کی دانشوری میں رخنہ انداز نہ ہو۔ تعصب سے مبرا ہوکر تدبر کرو۔

(۸)

تبلیغی نقطۂ نگاہ سے بھی وہ اب نہ آئینگے کیونکہ فرمایا ہے وما ارسلنا من رسول

الا بلسان قومہ لیبین لھم (ابراہیم ع) کہ رسول ہمیشہ اپنی قوم کی زبان بولنے والا ہوتا ہے نہ صرف بولنے والا بلکہ اسپر اسے کامل قدرت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ لیبین لھم سے مشعر ہے اور عقل بھی یہی فتویٰ دیتی ہے ورنہ تبلیغ رسالت سرانجام نہ ہوسکے۔ حضرت مسیح کی زبان عبرانی تھی۔ اپنی پہلی بعثت میں اسی کی مدد سے وہ اپنا فرض منصبی انصرام فرماتے رہے۔ اب جو دوبارہ نازل ہونگے تو تبلیغی فرض سبکدوشی کیونکر ہوگی۔ انکا مقام نزول بر طبق اختلاف روایات دمشق کی شرقی جانب ہو یا بیت المقدس۔ اردن ہو یا لشکر مسلمین عبرانی تو وہاں سے مفقود ہے۔ اور شاید اسی لئے کہ تم لوگوں کا بہانہ نہ رہے۔ دعوت کس زبان میں ہوگی؟ ہندوستانی زبان میں کہ ایرانی زبان میں ترکی زبان میں کہ یونانی زبان میں۔ اگر کہو عربی میں تو سوال ہے کہ سکھائیگا کون اور سیکھیگا کہاں؟ قدرت کا سوال ہو تو میں کہتا ہوں کہ الٰہی قدرتوں کی جولانگاہ لے دیکے ذات مسیح ہی کو کیوں قرار دیتے ہو۔ عجب تماشا ہے کہ اسکو قدرت نہیں گردانا جاتا کہ ان جیسا ایک اور پیدا ہو جائے۔ علاوہ بریں علوم قرآنی نہ سکھائے جانیکا بیان تو گذر چکا ہے کہ کتب الٰہیہ کے متعلق انکا علم تورات و انجیل پر ختم ہے۔ اب ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ وہ عبرانی میں تقریر کریں اور بیت المقدس و دمشق کے لوگ فھم مضمون کے مصداق ہو کر آسمان تکتے رہیں اور یہ نہ صرف آیت بالا کے صریح خلاف ہے بلکہ قول نبوی کے بھی خلاف ہے سرور عالم فرماتے ہیں لم یبعث اللہ عزّ وجل نبیاً الا بلغۃ قومہ (عن ابی ذر مسند احمد) پس حضرت مسیح کی بعثت ثانیہ کے عقیدہ کو اس اختراع سے زیادہ وقعت نہیں جو قانون فطرت اور قاعدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔ عقل کرو۔

(۹)

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (نور ع) خاتم النبیین کے خلیفہ کی حیثیت سے بھی انکے نزول کی توقع نہیں ہوسکتی کیونکہ اس آیت استخلاف میں خلفاء کے لئے اوّل منکم کی قید موجود ہے کہ جو بھی خلیفہ ہوگا تم ہی میں سے ہوگا جسکی مزید تائید اور موعود مسیح کا اس قید سے آزاد نہ ہونا آنحضرت صلعم نے امامکم منکم سے بتایا ہے۔ دوم کما کی قید بتا رہی ہے کہ خلافت کا یہاں بھی وہی ڈھنگ ہوگا جو پہلے تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی گذشتہ اُمت کے لئے اس خیالی طریقہ پر کسی خلیفہ کی درآمد و برآمد پہلے نہ ہوئی تھی۔ آسمان سے کوئی خلیفہ نہیں اُترا تھا۔ دو ہزار سال کے وقفہ کے ساتھ کسی کے لئے دو بعثت مقدر نہ تھی۔ کما ارسلنا (المزمل) کا مصداق اور الفاظ کا منطوق بتا رہا ہے کہ اسرائیلی و اسمٰعیلی میں کوئی اختلاط نہ ہوگا۔ پس نزول مسیح کی آرزو انہونی کی تمنا سے بڑھ کر وزنی نہیں آنکھیں کھولو تو۔

لٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ خاتم کے معنی آخری۔ تو تو صاف ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی بھی نہیں آسکتا نہ عیسیٰؑ نہ یحییٰؑ نہ ہارونؑ نہ موسیٰؑ۔ پس آمد ثانی کا خیال محض خیال محال ہے اور اگر خاتم کے معنی مُہر کے لئے جائیں جو تصدیق کی غرض سے ثبت کیجاتی ہے تو بھی حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے لئے قطعاً دلیلی گنجائش نہیں جبکہ انکی نبوّت ثبت مُہر سے صدیوں پیشتر ہی موجود تھی۔ ہاں صرف وہ نبوّت جسکے حصول میں خاتم کو غیر معمولی دخل ہو بعد میں مل سکتی ہے جو ظلّی ہونیکی وجہ سے اصل سے جُدا نہیں ہو نی ورنہ مستقل اور غیر تبعی نبوّت تو اپنا وجود آپ رکھتی ہے اور حضرت مسیحؑ کی نبوّت اسی قسم کی تھی لہٰذا جب بھی وہ آئینگے انکی حیثیت خاتم النبیین سے جُدا نظر آئیگی اور دوئی باقی ہوگی جو آنحضرت صلعم کے بعد نہیں ہوسکتی۔ پس ہمارے غیر احمدی دوستوں کا نزولِ عیسیٰؑ کے انتظار میں ولہان و سرگردان ہونا اور پھر اسلام کا نادان دوست بنکر الوہیت کی تائید کے لئے صلیبائی مذہب کی پیٹھ ٹھونکنا یا تو بصیرت سے دُوری کی وجہ سے ہے اور یا غریب احمدیوں سے بیجا تعصب کی وجہ سے ان دو نو عیوب سے خدا انہیں مبرا کرے آمین۔

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سورۂ جمعہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ھو الذی بعث فی الامّیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتہٖ ویزکّیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ قبل اسکے کہ میں ان آیات کے معنی اور تشریح بیان کروں یہ بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ

دو عظیم الشان گروہ

اُمّت محمدیہ کے دو حصّے بہت بڑی عظمت رکھتے ہیں اور وہ دو عظیم الشان گروہ ہیں ایک اوّلین کا اور ایک آخرین کا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ثلّۃ من الاوّلین وثلّۃ من الاٰخرین کہ ایک عظیم الشان جماعت اوّلین کی ہے اور ایک عظیم الشان جماعت آخرین کی ہے اور حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انہ سیکون فی اٰخر ھذہ الامۃ قوم لھم مثل اجر اولھم یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن (مشکوٰۃ کتاب الفتن) کہ اس اُمّت کے آخر میں ایسی قوم ہوگی جس کا اجر اور مرتبہ وہی ہوگا جو اس اُمّت کے اوّل کا ہے انکی علامت یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کرینگے اور اہل فتن کا مقابلہ کرینگے۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ (مشکوٰۃ باب ثواب ہٰذہ الامۃ) کہ میری اُمّت کی مثال بارش کی سی ہے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ پہلا حصہ افضل ہے یا آخر۔
غرض ان احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُمّت محمدیہ کی دو جماعتیں افضل ہیں ایک اوّلین کی اور ایک آخرین کی اور ان دونو کی آپسمیں اسقدر مشابہت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ دونو میں سے افضل کونسی ہے۔

اب مندرجہ بالا آیات میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے اُمیّوں میں رسول بھیجا انہی میں سے جو اللہ کی آیات انکو سُناتا اور انکو پاک کرتا اور انکو کتاب اللہ کا علم بخشتا اور معقول دلائل سکھلاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور آخرین میں بھی رسول بھیجیگا جو انہی میں سے ہوگا جو ابھی تک اُنسے نہیں ملے (کیونکہ وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے لیکن جب پیدا ہونگے تو وہ بھی وہی مرتبہ اور شان حاصل کرینگے کہ جو اُمیین نے حاصل کیا جو کہ زمانہ کے لحاظ سے اوّلین ہیں۔

اوّلین میں آنحضرت صلعم

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ جس طرح اوّلین میں انکی گمراہی کے بعد خدا نے رسول کو بھیجا اسی طرح آخرین میں بھی خدا تعالیٰ انکی گمراہی کے بعد رسول بھیجیگا جو انکو پاک کریگا اور علم و حکمت سکھائیگا۔ یہاں پر ممکن ہے کوئی یہ کہدے کہ آخرین میں جس رسول کی بشارت دیگئی ہے اس سے مراد بھی رسول اللہ صلعم ہی ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس امر کی وضاحت خود آنحضرت صلعم نے کر دی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابشروا وابشروا انما مثل امتی مثل الغیث لا یدری آخرہ خیر ام اولہ.... کیف تہلک امۃ انا اولہا والمہدی وسطہا والمسیح آخرہا (مشکوٰۃ باب ثواب ہٰذہ الامۃ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش ہو خوش ہو میری

آخرین میں مسیح

اُمّت کی مثال بارش کی سی ہے جسکا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ اس کا اوّل بہتر ہے یا آخر وہ اُمّت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے جسکے اوّل میں میں ہوں اور وسط میں مہدیؑ ہے اور آخر میں مسیحؑ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرین میں جو رسول آنیوالا ہے وہ مسیحؑ ہیں نہ کہ خود آنحضرت صلعم لیکن اسپر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پھر تو یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں اور وہی آخری زمانہ میں اُمّت کے آخری حصہ میں نزول فرمائینگے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکی بھی خود رسول اللہ صلعم نے تشریح فرما دی ہے چنانچہ صحیح بخاری سورۃ جمعہ کی تفسیر میں ایک راوی ابی ہریرہ سے روایت کرتے ہیں عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم قال قلت من ہم یا رسول اللہ فلم

یراجعہ حتی سأل ثلاثا وفینا سلمان الفارسی فوضع رسول اللّٰہ علیہ وسلم یدہ علیٰ سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل او رجال من ھؤلاء۔

مسیح سے مراد مسیح محمدی ہے

کہ ہم آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم (کہ خدا تعالیٰ ایک رسول مبعوث کریگا آخرین میں انہی میں سے) راوی کہتا ہے کہ ابوہریرہ نے کہا کہ اسوقت میں نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں جو آخرین میں رسول ہو کر آئینگے تو آنحضرت صلعم نے اسکو کوئی جواب نہ دیا جب تیسری بار اس نے پوچھا تو آپ نے سلمان فارسی پر ہاتھ رکھا جو ہم میں اسوقت موجود تھا پھر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی جائیگا تو کئی مردان خدا یا ایک مرد خدا جو اہل فارس کی نسل سے ہوگا وہاں سے بھی دین کو اتار لائیگا جیسا کہ آنحضرت صلعم گمراہی کے زمانہ میں براہ راست آسمان سے علم دیئے گئے وہ بھی گمراہی کے زمانہ میں براہ راست آسمان سے علم دیا جائیگا چونکہ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے پیشگوئی فرمائی تھی آخری زمانہ میں قرآن کریم کا علم زمین سے اُٹھ جاتا تھا اسلیئے اسکا دوبارہ علم آسمان سے ہی حاصل ہو سکتا تھا اور وہ بھی آسمانی اور روحانی انسان کے ذریعے۔ اب اس حدیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آخرین میں آنیوالا مسیح کون ہے وہ مسیح موسوی نہیں بلکہ وہ مسیح محمدی ہے جو فارسی الاصل ہوگا اور اسی کو مسیح موسوی سے بعض مشابہتوں کی وجہ سے مسیح یا ابن مریم کا نام دیا گیا ہے یہی وجہ ہے۔

امام بخاری اور مسلم کی تشریح

بخاری میں مسیح کے نزول کی پیشگوئی میں آنحضرت صلعم نے امامکم منکم کہکر یہ بات کو واضح کردیا تھا کہ وہ ابن مریم جو تمہارا امام ہوگا وہ تم میں سے ہوگا یعنی وہ موسوی مسیح نہیں ہوگا بلکہ محمدی مسیح ہوگا شائد کوئی یہ کہدے کہ بخاری کی اس حدیث میں جسکی امامت کا ذکر آتا ہے وہ مسیح کے علاوہ دوسرا امام ہوگا مگر اس خیال کی تردید صحیح مسلم کی نزول ابن مریم کی وہ حدیث کردیتی ہے جسمیں آنحضرت صلعم مسیح کی آمد کی پیشگوئی فرماکر پھر فرماتے ہیں فامّکم کہ وہی مسیح تمہارا امام ہوگا اور عقل اور انصاف کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جب برائی میں اُمّت محمدیہ کو یہود و نصاریٰ کا نام دیا گیا ہے تو نیکی میں بھی اُمّت محمدیہ کے افراد کو انبیاء بنی اسرائیل کا نام دیا جاتا کیونکہ اس افضل الرسل کی اُمّت کی شان کے خلاف ہے کہ یہودی تو انہیں سے بنیں اور مسیح غیروں میں سے۔ نیز یہ کہ ایک نبی سے بڑھکر دوسرا کون اسکی موجودگی میں امامت کا حق رکھ سکتا ہے۔

مثیل مسیح کا ثبوت قرآن میں

نیز آیت استخلاف میں لفظ کما بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُمّت محمدیہ میں پہلے خلفاء میں سے کوئی نہیں آسکتا بلکہ جو آئینگے انکی مانند آئینگے۔ اسلیئے بعینہٖ مسیح موسوی

جو موسیٰؑ کے خلفاء میں سے ہیں اُمت محمدیہ میں خلافت نہیں کر سکتے بلکہ انکی مانند اُمت محمدیہ میں ہی ہونا چاہیئے

غرض مندرجہ بالا آیات اور احادیث پر مجموعی نظر ڈالنے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

(۱) اُمت محمدیہ کے دو بڑے گروہ ہیں اور وہ دونو بہت بڑی شان رکھتے ہیں ایک اوّلین ہے اور دوسرا آخرین۔

(۲) اوّلین میں جس طرح آنحضرتؐ رسول ہو کر آئے آخرین میں ایک رسول فارسی الاصل مسیح ہو کر آئیگا۔

(۳) جس طرح آنحضرتؐ گمراہی کے زمانہ میں تشریف لائے اسی طرح مسیح محمدی جو فارسی الاصل ہوگا وہ بھی گمراہی کے زمانہ میں آئیگا اور قرآن کریم کا علم جو مسلمانوں سے اُٹھ چکا ہوگا آسمان سے اسکا علم پاکر دوبارہ اسکی اشاعت کریگا اور مسلمانوں کی علمی اور عملی حالت کی اصلاح کریگا اور صداقت اسلام کے قوی دلائل انکے ہاتھ میں دیگا جس سے امیین کی طرح اسکی ایک ایسی جماعت تیار ہو جائیگی جو امر بالمعروف کر کے ایک طرف مسلمانوں کی اندرونی اصلاح میں کوشاں ہونگے اور دوسری طرف غیر مذاہب کی طرف سے اسلام کے مقابلہ میں جو فتنہ برپا کیا جائیگا اور اسلام کی صداقت مشتبہ ہو جائیگی اس فتنہ کا مقابلہ بھی وہی کرینگے اور اس طرح اسلام کی صداقت غیر مذاہب پر ثابت کر کے بیرونی طور پر غیر مذاہب کی اصلاح اور انپر اتمام حجّت کیجائیگی۔

مسیح موعودؑ اہل فارس سے

اب جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے وکذالک تبعث الرسل فی نسب قومھا کہ انبیاء ہمیشہ خاندانی ہوا کرتے ہیں ہم اہل فارس میں بہترین خاندان مرزوں کا پاتے ہیں۔ چنانچہ نفائس اللغات میں لکھا ہے:۔ میرزا و مرزا ایں لفظ بیشتر از القاب شاہان و شاہزادگان بود چنانچہ الاٰن در ایران بر شاہزادگان اطلاق کنند۔ کہ مرزا بادشاہوں اور شاہزادوں کا لقب ہے جو اب تک ایران میں شاہزادوں پر بولا جاتا ہے۔

پس حضرت نبی کریمؐ نے آخرین میں ایک فارسی الاصل رسولؑ کی بعثت کی پیشگوئی فرما کر ایک رنگ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ فرما دیا ہے کہ وہ موعود مرزا ہوگا۔ گو حضرت مرزا صاحب کا خاندان مغلیہ خاندان کہلاتا ہے مگر آپکی وحی اور تاریخی واقعات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ آپ فارسی الاصل ہیں اور وہاں کے شاہی خاندان میں سے ہونیکی وجہ سے آپکے خاندان کا لقب مرزا ہے جیسا کہ مسٹر گریفن نے جو پنجاب کے رؤساء کے حالات پر مشتمل کتاب لکھی ہے حضرت مرزا صاحب کے آباؤ اجداد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بابر کے زمانہ میں سمرقند کی طرف سے آئے تھے۔ پس حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ جس رنگ میں اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور انکی وجہ سے جس بے بسی کے ساتھ معقولیت کے رنگ میں اسلام کے مقابلہ میں غیر مذاہب کی پشت خم ہوئی ہے اس سے ہر ایک ذی علم واقف ہے اور اہل اسلام اگر

قدر کی نگاہ سے دیکھیں تو انکے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے کہ غیر مذاہب کے مقابلہ میں کیسے زبردست دلائل وہ انکے ہاتھ میں دے گئے ہیں اور احمدی آریوں اور عیسائیوں کے مذہبی فتنوں کو کس طرح پاش پاش کرتے ہیں جیسا کہ پیشگوئی میں مذکور تھا یقاتلون اھل الفتن جس سے صاحب انصاف غیر احمدی بھی انکار نہیں کر سکتے حالانکہ انکے بڑے بڑے مولوی اور لیڈر موجود ہیں مگر وہ انکے مذہبی فتنوں کے مقابلہ میں دم نہیں مار سکتے +

سوالات

(۱) تمام غیر احمدی کیوں کافر ہیں۔ اور کس قسم کے کافر ہیں۔ کیا اسکے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کوئی حکم خدا کی جانب سے ہوا۔ کیا نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے چشمۂ عرفان سے فیض یافتہ لوگ خواہ وہ فیض کتنا ہی کم ہو خارج از اسلام ہو سکتے ہیں۔

(۲) کیا مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا ہر شخص پر ضروری ہے۔ اور کیا جناب کی بیعت لازمی ہے۔

(۳) کیا قرآن پاک میں مسیحؑ اور مہدیؑ کے متعلق کوئی صریح بشارت ہے (از روئے نص)

(۴) اگر قرآن تائید اور تاکید نہ کرے تو کیا احادیث (جنکا مرتبہ قرآن کے مقابلہ ہمیشہ ظنی ہونیکا ہی رہیگا) کی وجہ سے اس مسئلۂ موعود اور مہدی کو اسقدر اہمیت ہو سکتی ہے کہ اسلام اور ایمان کا مدار اس پر ہو۔

(۵) جو غیر احمدی حضرت مسیح علیہ السلام سے حسن ظن رکھتے ہیں اگرچہ بیعت میں داخل نہیں مگر مخالف بھی نہیں اُن کی نسبت کیا حکم ہے۔

(۶) کیا چند مسائل دواقعات کی تشریح میں مسیح موعود علیہ السلام سے اور حضور سے اختلاف رائے رکھنے کے باوجود کوئی شخص سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

جوابات

(۱) دنیا میں انبیاء اُسوقت مبعوث ہوتے ہیں جبکہ اسلام اُٹھ جاتا ہے اور اسکی جگہ کفر لے لیتا ہے۔ اسلام کے معنی چند مسائل کا ماننا نہیں بلکہ اسلام اُس رُوح کا نام ہے جو خدا کی فرمانبرداری کی انسان میں پائی جاتی ہے اور کفر کے بھی معنی چند احکام کا ماننا یا نہ ماننا نہیں ہیں بلکہ وہ رُوح انکار ہے جو بعض انسانوں میں پائی جاتی ہے بعض مسائل اس رُوح ایمان یا رُوح کفر کے امتحان

کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں وہ بہترین ذریعہ اس روح ایمان یا روح کفر کے اظہار کا ہیں۔ انہیں میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو شریعت دیکر یا بغیر شریعت کے یا بالواسطہ یا بلا واسطہ نبی بنا کر دنیا میں مبعوث فرماتا ہے جن کے اندر روح ایمان ہوتی ہے اور انہوں نے پہلے انبیاءؑ میں سے کسی نبی کو دیکھ کر اور پہچان کر مانا ہوا ہے تو چونکہ آنیوالا نبی بھی انہی کے رنگ میں رنگین اور انہی کے نقشِ قدم پر آتا ہے وہ فوراً اُسے پہچان لیتے اور اُسپر ایمان لے آتے ہیں کیونکہ جس نے پہلے کوئی چیز دیکھی ہوئی ہو وہ دوبارہ اُسے دیکھے تو شبہ اور تردد میں نہیں پڑتا لیکن جن لوگوں کا پہلا ایمان صرف نام کا تھا کسی بھی پہلے نبی کی حقیقت پہچان کر انہوں نے اسے نہیں مانا ہوا تھا جب اس مبعوث ہونیوالے کو جو پہلے نبیوں کے رنگ میں رنگین اور انہی کے قدم پر آیا تھا ـــ دیکھتے ہیں تو اُسکا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ ایمان کے معنی ہی یہ تھے کہ اُنکے اندر وہ روح اسلام ہوتی کہ جس روح سے متأثر ہو کر انسان تمام الٰہی احکام کو تسلیم کرنیکے لئے اپنے سر کو خم کر دیتا ہے۔ پس مومن وہی ہے جو ایسے ماموروں کو مان لیتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ کیا نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ سے فیض یافتہ لوگ خارج از اسلام ہو سکتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے ایک معمولی نبی جو ایک گھرانے کے لئے ہو اُس سے فیض یافتہ بھی کبھی خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔ مگر فیض یافتہ ہونیکا علم تو تجربہ اور امتحان سے ہوتا ہے صرف اسکی طرف منسوب ہونے سے تو کوئی فیض یافتہ نہیں ہو سکتا۔ مدینہ کے منافق صحبت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے ہوئے اسلام سے بے بہرہ تھے اسی طرح جو شخص رسمی ایمان پر قائم ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ نہیں کہلا سکتا باقی رہا یہ سوال کہ وہ کس قسم کا کافر ہے۔ سو کافر کی قسم تو ایک ہی ہے ہاں مدارج کا فرق ہے مگر چونکہ درجہ کفر قلب سے تعلق رکھتا ہے اسکے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان کہلانیوالا شخص ایک ہندو سے بھی بڑھ کر اپنے دل میں خدا اور رسول کا منکر ہو اور ایک ہندو خدا تعالیٰ سے اپنے رنگ میں محبت رکھنے والا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عیسائی سے جس کا مذہب باقی تمام مذاہب سے اسلام کے زیادہ قریب ہے بہت زیادہ قریب اسلام کے ہو کیونکہ اسے اسلامی احکام کی تعمیل اور اسلامی عقائد سے ایک کثیر حصہ پر ایمان لانیکا ایک ایسا موقع حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ پس غالب طور پر یہ اسلام کے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ قریب ہے اور اسی نسبت سے اُس کا درجہ کفر بھی بہ نسبت دوسروں کے ادنیٰ ہے۔

(۲) دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا ہر شخص کیلئے ضروری ہے اُسکے دوسرے حصہ کا جواب یہ ہے کہ خلیفہ وقت کی بیعت ہر انسان کے لئے ضروری ہے حصہ اوّل تو ایمان کی

شرائط میں داخل ہے اور حصہ دوم کا جواب سورہ نور کی آیت اِستخلاف میں موجود ہے۔

(۳) تیسرے سوال کا جواب یہ ہے قرآن کریم میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق صریح بشارتیں موجود ہیں۔ میرے نزدیک اِسْمُهٗ اَحْمَدُ کی آیت میں جو سورہ صف میں ہے صریح طور پر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے نہایت ہی واضح استنباط اُن آیات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک انمیں رسول نہ بھیج لیں۔ پھر فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک ایسا عذاب آئیگا کہ کوئی بستی اور کوئی قوم اُس سے بچی نہ رہیگی۔ پس یہ دونو آیتیں بالصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آخری زمانہ میں ایک موعود ظاہر ہونیوالا ہے اگر احادیث کو ساتھ ملا لیا جائے تو انہیں آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسیحؑ اور مہدیؑ کہلائیگا ورنہ ناموں کی کوئی ضرورت نہیں اصل دعویٰ تو ماموریت کا ہوتا ہے اگر مسیحؑ اور مہدیؑ کا نام قرآن کریم میں کہیں بھی نہ آیا ہو لیکن اگر ایک شخص جس کی ماموریت ثابت ہو اور وہ کہے کہ میرا نام مسیحؑ اور مہدیؑ ہے تو ہمیں ماننا پڑیگا کہ اس کا نام مسیحؑ اور مہدیؑ ہے۔

(۴) چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ گو قرآن کریم میں بالصراحت اس بات کا ذکر موجود نہ ہو تو بھی موعود اور معہود کا مسئلہ تو بے شک گو اسقدر اہم نہ رہیگا کہ اسلام اور ایمان کا دارو مدار اسپر ہو مگر ماموریت کا مسئلہ پھر بھی ویسا ہی اہم رہیگا نبوت کے لئے موعود ہونیکی کوئی شرط نہیں ہوتی۔ اور خصوصاً یہ تو کوئی بھی شرط نہیں کہ اس موعود کا کوئی نام بھی رکھا جائے صرف یہ کافی ہے کہ ایسے لوگ ہوتے رہینگے۔ آخر جو سب سے پہلے نبی آیا تھا وہ تو کسی کا بھی موعود نہیں تھا۔ مامور اپنے ساتھ خود نشان لاتا ہے ہاں اللہ تعالےٰ اسکے کام کی سہولت کیلئے پہلے انبیاءؑ سے بھی اسکے متعلق پیشگوئیاں کروا چھوڑتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان جسکے ذریعہ سے وہ ایمان کو آسان کر دیتا ہے پس اگر کسی شخص کی ماموریت ثابت ہو قرآن کریم بتائے ہوئے معیاروں کے مطابق تو اُس شخص پر ایمان لانا جزو اسلام و ایمان ہوگا۔

(۵) پانچواں سوال آپکا یہ ہے کہ جو غیر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حُسن ظن رکھتے ہوں اگرچہ بیعت میں داخل نہ ہوں مگر مخالف بھی نہ ہوں اُنکی نسبت کیا حکم ہے اس سوال کے جواب میں۔ میں ایسے لوگوں سے یہی کہونگا کہ اگر حُسن تحقیق ہے تو یقیناً مرزا صاحب کا دعویٰ سچا ہے پس ایک قدم اور آگے بڑھاؤ اور خدا تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ۔ اور اگر حُسن ظنی لحاظی ہے تو اس غفلت کو دُور کر کے یا مرزا صاحبؑ کے مصدّق بنو یا مکذّب۔

(۶) چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چونکہ وہ خدا تعالیٰ کے مامور تھے کسی مسئلہ میں اختلاف رکھنا جائز نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر کسی شخص کی تحقیق ابھی

اتنی کامل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسکو شرح صدر عطا فرمائے اور وہ اپنے دل کو بعض ایسے جزوی مسائل کے متعلق جو اصول ایمانیات میں سے نہیں ہیں۔حضرت اقدسؑ کے بیانات کے مطابق تسلّی نہ دیسکے تو ایسے شخص کے لئے پھر بھی ضروری ہے کہ وہ بیعت میں داخل ہو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ شرح صدر کرے اور اسکو وہ ایمان عطا فرمائے جسکے بعد کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا خلیفہ وقت سے مسائل فقہیہ بلکہ اعتقادیہ میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ اختلاف ایسا نہ ہو کہ اُس سے ایک دوسرے کا کفر لازم آتا ہو یا ایک دوسرے کا مغضوب علیہم میں سے ہونا لازم آتا ہو۔اور بشرطیکہ اختلاف رکھنے والا شخص اپنے آپکو اس امر کا پابند کرے کہ وہ تحقیق تو کرے لیکن فساد پیدا نہ کرے اور بشرطیکہ جب کسی نظام کی پابندی ضروری ہو تو باوجود اختلاف کے نظام سلسلہ سے باہر نہ جائے اور اتحاد کو نقصان نہ پہنچائے ؏

کیا کفار کے بچے دوزخ میں جائینگے؟

"ایک مولوی صاحب نے القیا فی جہنم کل کفار عنید سے غلط استدلال کرتے ہوئے یہ عقیدہ ظاہر کیا تھا کہ کافروں کے بچے بھی دوزخ میں جائینگے۔چونکہ یہ غلط تھا اسلئے جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب فاضل مصری نے میٹر کیمبسوط مقالہ سپرد قلم حقائق رقم فرمایا ہے جس سے ناظرین حظ وافر حاصل کرینگے" (ایڈیٹر)

احادیث صحیحہ اور ائمہؒ کا مذہب نقل کرنے سے قبل میں اس مسئلہ کے متعلق چند آیات قرآنیہ پیش کردینا بھی ضروری سمجھتا ہوں آیات اگرچہ بہت ہیں اور ان سب کا اس مختصر میں نقل کرنا مشکل ہے لیکن ذیل کی آیات میں سمجھتا ہوں اس سوال پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔
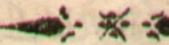
دوزخیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کلّما القیٰ فیھا فوج سألھم خزنتھا الم یاتکم نذیر قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا مانزل اللہ من شیء ان انتم الا فی ضلال کبیر۔یعنی جب کبھی کوئی جماعت دوزخ میں ڈالی جائیگی تو اسکے نگران سے سوال کرینگے کہ کیا تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نذیر نہیں آیا جس نے تمھیں اس انجام سے ڈرایا ہو وہ جواب دینگے ہاں ضرور آیا اور اس نے ہمیں ڈرایا لیکن ہم نے ماننے سے انکار کردیا اور اسے جھوٹا ٹھیرایا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے تو تم پر کچھ نہیں نازل کیا تم محض اپنی طرف سے یہ باتیں بنا رہے ہو اسلئے تم بڑی گمراہی پر ہو۔

اگر مولوی صاحب کا یہ کہنا درست ہے کہ جو کافر ہے عنید ہے اسلئے ہر کافر دوزخ میں جائیگا پس کفار کے چھوٹے چھوٹے بچے دوزخ میں ڈالے جانے سے کس طرح بچ سکتے ہیں تو فرشتوں کا ان چھوٹے بچوں سے یہ سوال کرنا کہ کیا تمہارے پاس ایسا شخص خدا کی طرف سے نہیں آیا جس نے تمھیں اس انجام سے ڈرایا ہو کیا عقلمندی پر مبنی سمجھا جا سکتا ہے کیا یہ سوال ہی نہیں بتاتا کہ کسی شخص کو دوزخ میں ڈالنے سے قبل اسکے پاس نذیر آنا ضروری ہے جو اسپر حجّت پوری کر دے بغیر انکا جواب کیا اس امر کو واضح نہیں کر دیتا کہ جبتک وہ تکذیب کر کے عنید نہ بنجائیں دوزخ کی سزا کے مستحق نہیں ہو سکتے اور یہ کہ جن کی طرف نذیر آئے وہ اس عمر اور اس سمجھ کے آدمی ہونے چاہئیں کہ وہ نذیر کی باتوں کو سنکر اسپر غور کر کے اپنی مرضی اور اختیار سے انکا انکار کریں اور وہ صرف اسی حد تک نہیں رہتے خود رسولوں کو گمراہی پر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ کیا کفار کے بچے ان اوصاف سے متصف ہوتے ہیں کیا وہ نذیر کی باتوں کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں نہیں نہیں بلکہ کیا نذیر اپنے عنان خطاب کو انکی طرف پھیر سکتے ہیں اگر ایسا ہو تو کیا دنیا میں خدا کے رسول اور نبی تو کیا کوئی انہیں عقلمند بھی سمجھ سکتا ہے پھر کیا ان سے تکذیب سرزد ہو سکتی ہے اور کیا انکا مباحثہ کے لئے کھڑا ہونا تصوّر میں آ سکتا ہے پس جبکہ ان میں سے ایک بات بھی ممکن نہیں تو کس طرح کوئی عقلمند چھوٹے بچوں کے متعلق یہ فتویٰ دے سکتا ہے کہ وہ بھی عنید کافروں میں داخل ہیں اور محض اسلئے کہ کافروں کے گھر پیدا ہوئے دوزخ میں پھینکے جائینگے اگر وہ بغیر امتحان کسی جگہ جانے کے قابل ہیں تو وہ جگہ جنّت ہو سکتی ہے نہ کہ دوزخ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھوّدانہ و ینصرانہ و یمجسانہ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ عن رسول اللہ صلعم عن اللہ عزوجل انہ قال انی خلقت عبادی حنفاء و فی روایۃ لغیرہ مسلمین پھر دوسری روایت میں آتا ہے فرمایا کل مولود یولد علی الفطرۃ فناداہ الناس یا رسول اللہ و اولاد المشرکین قال و اولاد المشرکین۔ خلاصہ ان تمام احادیث کا یہ ہے کہ ہر بچہ خواہ وہ مشرک کا ہی کیوں نہ ہو فطرۃً اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے بڑا ہونے پر ماں باپ کے اثر کے نیچے آ کر انکے مذہب کو اختیار کر لیتا ہے جس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو بچہ اس عمر تک پہنچنے سے قبل ہی فوت ہو جائے جس عمر میں کہ وہ ماں باپ کے اثر کو قبول کرنے کی قابلیت حاصل کرتا ہے تو وہ فطرۃ اسلامی پر ہی فوت ہوتا ہے اور ایسی روح یقیناً دوزخ میں داخل کرنیکی نسبت بہشت میں داخل کرنے کی زیادہ مستحق ہے۔

اسی طرح مندرجہ ذیل آیت بھی اسی مضمون کو وضاحت سے بیان کر رہی ہے اللہ فرماتا ہے وسیق الذین کفروا الی جھنم زمرًا حتّٰی اذا جاء وھا فتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم اٰیات ربکم وینذرونکم لقاء یومکم ھذا قالوا بلٰی ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین۔ پہلی آیت میں جو مضمون مجمل طور پر بیان کیا گیا تھا اسمیں اسکی وضاحت اور تفصیل کردی ہے اب ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بچوں پر رسول کسطرح آیات اللہ پڑھ سکتے ہیں اور کسطرح انکو لقاء یوم البعث سے ڈرا سکتے ہیں۔

اگر مولویصاحب کی بات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے کہ ہر کافر خواہ وہ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو دوزخ میں جائیگا تو یقیناً جن کافروں کو جہنّم کی طرف لیجایا جائیگا ان میں وہ بچّے بھی ہونگے کیا ایسی صورت میں فرشتوں کی زبان پر انکو مخاطب کرتے ہوئے یہ الفاظ زیب دے سکتے ہیں الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم اٰیات ربکم وینذرونکم لقاء یومکم ھذا۔ اور کیا ان بچّوں کا اثبات میں جواب دینا راستی پر متصوّر ہو سکتا ہے۔

ان دو آیتوں کے علاوہ ایک اور آیت بھی ہے جس نے عمر کے سوال کو بالکل حل کر دیا ہے اور وضاحت سے بتا دیا ہے کہ کس عمر کا آدمی دوزخ میں جا سکتا ہے اور وہ آیت یہ ہے وھم یصطرخون فیھا ربّنا اخرجنا نعمل صالحًا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمّرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر۔ اس آیت کا پہلا حصّہ بھی مولویصاحب کے خیال کی تردید کر رہا ہے کیونکہ اسمیں صاف طور پر مذکور ہے کہ دوزخی چلّائینگے اور درخواست کرینگے کہ اے ہمیں اس جگہ سے نکال دیا جائے اب ہم وہ کام نہیں کرینگے جو پہلے کیا کرتے تھے اب مولویصاحب سے دریافت فرمائیں کہ بچے کونسے کام پہلے کیا کرتے تھے جن سے اب وہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں اور جنکو چھوڑ کر وہ دوسرے نیک کام کرنے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن آیت کے دوسرے حصّہ نے جسمیں اللہ تعالیٰ نے انکی اس درخواست کا جواب دیا ہے مولویصاحب کے خیال کا بالکل قلع قمع کر دیا ہے اگر مولویصاحب خشیۃ اللہ کو مدِ نظر رکھکر اس مسئلہ پر غور کرینگے تو یقیناً اپنے خیال سے رجوع کرینگے۔ اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیگا کہ کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی جسمیں کہ وہ شخص جو پند و نصیحت سے فائدہ اُٹھانیکا خواہشمند ہے فائدہ حاصل کر سکتا ہے پھر صرف یہی نہیں کہ تمھیں عمر دیکر محض تمھاری عقل پر تمھیں چھوڑ دیا گیا بلکہ تمھیں ذکر کی طرف رہنمائی کرنے اور بصورت خلاف ورزی عذاب الٰہی سے ڈرانے کے لئے نذیر بھی تمھارے

پاس بھیجا ہیں۔ اب چونکہ مکمل طور پر تم پر حجت پوری ہو چکی ہے اسلئے عذاب کو چکھو اب تمہارا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا یہ آیت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ سزا کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جس کو اتنی عمر عطا کیجائے کہ وہ نیکی اور بدی میں تمیز کرنیکے قابل ہو سکے اور پھر اسے نیکی و بدی سمجھانے کے لئے رسول بھی اسکی طرف بھیجا جائے لیکن بچے ان دونو باتوں سے خالی ہیں نہ تو انکو اتنی عمر ابھی ملی ہوتی ہے اور نہ ہی رسول کی آواز ان تک پہنچ سکتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر مولویصاحب کل کفارِ عنید کے بعد کے ہی چند الفاظ پڑھ لیتے تو کبھی بھی بچوں کو ان میں داخل نہ سمجھتے چنانچہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مناع للخیر معتد مریب ن الذی جعل مع اللہ الٰھا اٰخر فالقیاہ فی العذاب الشدید۔ اب کیا بچے مناع للخیر کہلا سکتے ہیں کیا وہ اپنی شرارتوں میں حد سے گذرنے والے سمجھے جا سکتے ہیں کیا وہ خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھیراتے کے مرتکب قرار دیئے جا سکتے ہیں ہرگز نہیں اور قطعاً نہیں! پھر اس صورت میں کیا عقل سلیم اسے تسلیم کر سکتی ہے کہ بچے کفار عنید میں شامل ہیں کیا یہ قول آیت کو اسکے حقیقی معنی سے پھیر کر اپنے مطلب کے مطابق بنانے کی مذموم کوشش کے مترادف نہیں۔

چونکہ حجت کا پورا ہونا سزا کے لئے شرط ہے اسی لئے احادیث میں آتا ہے کہ جن لوگوں پر دنیا میں حجت پوری نہیں ہوئی انکی طرف دوبارہ رسول بھیجے جائینگے چنانچہ ذیل کی حدیث وضاحت سے اس مضمون کو ادا کر رہی ہے:۔ عن ابی ھریرۃ قال اذا کان یوم القیامۃ جمع اللہ تبارک وتعالیٰ نسم الذین ماتوا فی الفطرۃ والمعتوہ والاصم والابکم والشیوخ الذین جاء الاسلام وقد خرفوا ثم ارسل رسولاً ان ادخلوا النار فیقولون کیف ولم یاتنا رسول، و ایم اللہ لو دخلوھا لکانت علیھم برداً وسلاماً ثم یرسل الیھم فیطیعہ من کان یرید ان یطیعہ قبل قال ابو ھریرۃ اقرؤا ان شئتم۔ وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً تفسیر ابن جریر زیر آیت وما کنا معذبین الخ سورۃ بنی اسرائیل

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی روحوں کو جمع کریگا جو فترۃ کے زمانہ میں مر گئے اور ان کی جنکی عقل ماری ہوتی ہے اور بہرے اور گنگوں کی اور ان بوڑھے آدمیوں کی روحوں کو جو اسلام کی آمد کے وقت عقل کھو چکے ہوتے ہیں اور انکے ہوش و حواس قائم نہیں ہوتے اور سب کو

کہیگا کہ آگ میں داخل ہوجاؤ (اس فقرہ کی تفصیل دوسری احادیث میں یہ آتی ہے کہ جب بچے اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عذر کرینگے کہ ہماری طرف تو کوئی رسول نہیں بھیجا گیا اور نہ ہمیں ایمان یا انکار کا موقعہ دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیگا کہ کیا جو حکم تمہیں دوں اسے مانو گے وہ کہیں گے کہ ہاں تو اللہ تعالیٰ کہیگا کہ اس آگ میں کود پڑو وہ آگ کے قریب جائینگے اور پھر ڈر کر واپس ہوجائینگے اور کہینگے کہ اسی سے بچنے کے لئے تو ہم عذر کرتے ہیں پھر ہمیں اسی میں ڈالا جاتا ہے) گویا یہ حکم بطور امتحان کے ہوگا رسول کریم صلعم فرماتے ہیں اللہ کی قسم اگر وہ داخل ہوجاتے تو آگ انپر برداً وسلاماً ہوجاتی وہ اُن کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہوتی بلکہ آرام کا باعث ہوتی لیکن اللہ تعالےٰ انکے اس عذر کو قبول کریگا اور پھر انکی طرف رسول بھیجیگا پس جنہوں نے خدا کے علم میں اطاعت کرنی تھی وہ اسوقت بھی اطاعت کرینگے۔

پس یہ حدیث قرآن شریف کے عین مطابق ہے اور اس حقیقت کو الم نشرح کر دیتی ہے کہ کوئی شخص بدون اتمام حجت سزا نہیں دیا جائیگا۔

اسی طرح کفار کی اولاد کے متعلق بخاری میں صریح یہ حدیث آتی ہے کہ نبی کریم صلعم معراج میں ایک بزرگ کے پاس سے گذرے انکے اردگرد بچے تھے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا ھذا ابراھیم وھؤلاء اولاد المسلمین واولاد المشرکین قالوا یا رسول اللہ و اولاد المشرکین قال نعم واولاد المشرکین یعنی یہ ابراہیم ہیں اور انکے اردگرد یہ مسلمانوں کے بچے ہیں اور یہ مشرکین کے بچے ہیں۔ لوگوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ کیا مشرکین کے بچے بھی جنت میں ہونگے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں مشرکین کے بچے بھی وہاں ہونگے اب اگر تمام کفار عذاب ہی ہوتے ہیں اور سب نے دوزخ میں ہی جانا ہے تو یہ مشرکین کے بچے جنت میں کس طرح پہنچ گئے۔

اسی طرح دوسری حدیث میں آتا ہے عن سمرۃ قال سالنا رسول اللہ صلعم عن اطفال المشرکین فقال ھم خدم اھل الجنۃ اب جبکہ مشرکین کے بچوں نے جنت میں جانا ہی نہیں تو وہ جنتیوں کے خادم کس طرح ہوسکتے ہیں۔

پس قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ حجت پوری ہوئے بغیر کوئی دوزخ میں نہیں جائیگا۔

اسکے بعد ائمہ کا مذہب نقل کرنے کے بعد میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ مشرکین کے بچوں کے معاملہ میں علماء کے چار گروہ ہیں جو ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں:۔

(۱) منھم من ذھب الی الوقوف فیھم یعنی بعض کا یہ مذہب ہے کہ انکے متعلق ہمیں کوئی رائے نہیں دینی چاہیئے اور انکے مذہب کی بناء اس حدیث پر ہے کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا فقیل یا رسول اللہ ما یعملون قال اللہ اعلم بھم ایک لحاظ سے یہ مذہب درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ انکے متعلق آئندہ کو فیصلہ ہوتا ہے جبکہ انکی طرف دوبارہ رسول بھیجے جاینگے اس لئے دنیا میں انکے متعلق نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دوزخ میں جائینگے اور نہ یہ کہ وہ بہشت میں جائینگے چونکہ انکے دوزخی اور بہشتی ہونیکے متعلق کوئی قطعی رائے نہیں دیجا سکتی اسلئے انہوں نے اس بارے میں کہ وہ دوزخی ہیں یا بہشتی خاموشی اختیار کرنے کو ترجیح دی ہے ورنہ یہ تو ثابت شدہ بات ہے کہ انکو دوبارہ موقعہ ملیگا اور بعض ان میں سے جنت میں جائینگے جیسا کہ میں اوپر بعض صحیح احادیث سے ثابت کر آیا ہوں۔

ومنھم من جزم لھم بالنار انکے مذہب کی بنیاد اس حدیث پر ہے جسمیں کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا ھم مع اٰبائھم۔

ومنھم من جزم لھم بالجنۃ اور انکے مذہب کی بنیاد ان احادیث پر ہے جو اوپر گذر چکی ہیں یعنی جن میں یہ ذکر ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہونگے اور یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جنت میں انہیں دیکھا گیا۔

ومنھم من ذھب الی انھم یمتحنون یوم القیامۃ فی العرصات فمن اطاع دخل الجنۃ ومن عصی دخل النار داخرا یعنی وہ قیامت کے روز آزمائے جائینگے ان میں جو اطاعت کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا جو نافرمانی کریگا وہ دوزخ میں داخل ہوگا ذلیل و خوار ہو کر۔

آخری مذہب کے متعلق لکھا ہے:۔ وھذا القول یجمع بین الادلۃ کلھا وقد صرحت بہ الاحادیث المتقدمۃ المتعاضدۃ المشاھد بعضھا لبعض وھذا القول ھو الذی حکاہ الشیخ ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری عن اھل السنۃ والجماعۃ وھو الذی نصرہ الحافظ ابو بکر البیھقی فی کتاب الاعتقاد وکذالک غیرہ من محققی العلماء والحفاظ النقاد یعنی یہ قول تمام دلیلوں کو اپنے اندر لئے ہوئے

ہے اور اس مذہب کی وضاحت تمام وہ احادیث کرتی ہیں جو پہلے گذر چکی ہیں (یہ سب احادیث تفسیر ابن کثیر میں زیر آیت وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً بنی اسرائیل ع درج ہیں وہاں ملاحظہ ہو سکتی ہیں) اور جو ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے سچے ہونے پر شاہد ہیں اور یہی وہ مذہب ہے جسے الشیخ ابو الحسن علی بن اسماعیل اشعری نے تمام اہل السنتہ والجماعۃ کی طرف سے نقل کیا ہے اور یہی وہ مذہب ہے جسے حافظ ابو بکر بیہقی نے اپنی کتاب کتاب الاعتقاد میں صحیح قرار دیکر اسکی تائید کی ہے اور اسی طرح اسکے علاوہ اور محقق علماء اور انتقاد کرنیوالے حفاظ نے اسکی نصرت فرمائی ہے۔

پھر الشیخ ابو عمر بن عبداللہ النمری کے اس اعتراض کا کہ اسبارے میں احادیث قوی نہیں ہیں جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:۔

الجواب ان احادیث ھذا الباب منھا ما ھو صحیح کما نص علی ذالک کثیر من ائمۃ العلماء ومنھا ما ھو حسن ومنھا ما ھو ضعیف یتقوی بالصحیح والحسن واذا کانت احادیث الباب الواحد متصلۃ متعاضدۃ علی ھذا النمط افادت الحجۃ عند الناظر فیھا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اسبارے میں تین قسم کی احادیث آئی ہیں بعض ان میں صحیح ہیں جیسا کہ بہت سے ائمہ نے اسے بطور نص بیان کیا ہے اور بعض ان میں سے حسن ہیں اور بعض ان میں ضعیف ہیں لیکن یہ ضعیف بھی دوسری دو قسم کی یعنی صحیح اور حسن حدیثوں سے تقویت حاصل کر کے قابل حجت بنجاتی ہیں جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ جبکہ ایک ہی باب میں احادیث ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ایک دوسرے کی تائید کر رہی ہوں جیسا کہ اس مسئلہ کے متعلق حدیثیں ہیں تو انکے حجت ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں ہو سکتا۔

بیان مندرجہ بالا سے صاف ثابت ہے کہ چاروں مذہبوں میں سے ائمہ نے اسی مذہب کو ترجیح دی ہے جسمیں دوبارہ موقع دیئے جانیکا ذکر ہے اور حجت پوری کرنیکا تذکرہ ہے باقی مذاہب کو رد کر دیا ہے۔

شاید کسی کو یہ خیال گذرے کہ احادیث میں اختلاف ہے سو یاد رہے کہ احادیث میں کوئی اختلاف نہیں اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے ایک ایک ٹکڑے کو لیکر اسپر اپنے مذہب کی بنیاد رکھ دی ہے انکو آپسمیں تطبیق .... دینے کی کوشش نہیں کی جنہوں نے خاموش رہنے کو ترجیح دی ہے انکے متعلق

ہیں کہہ چکا ہوں کہ ایک حد تک وہ درست ہے کیونکہ انکی خاموشی صرف انکو قطعی طور پر دوزخی یا جنتی قرار دینے کے متعلق ہے کیونکہ دنیا میں انکے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دوزخی ہیں یا جنتی تہھرت عقل کے ہی خلاف ہے بلکہ خود حدیث نبوی کے بھی منافی ہے چنانچہ حدیث میں صاف آتا ہے قلت لا انس یا ابا حمزۃ ما تقول فی اطفال المشرکین فقال قال رسول اللہ صلعم لم یکن لھم سیئات فیعذبوا بھا فیکونوا من اھل النار ولم یکن لھم حسنات فیجازوا بھا فیکونوا من اھل الجنۃ۔ یعنی رسول کریم صلعم سے مشرکین کے بچّوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا نہ تو انکی بدیاں ہیں جسکی وجہ سے وہ عذاب دیئے جائیں کہ ہم انکے دوزخی ہونیکا فتویٰ دیں اور نہ ہی انکی نیکیاں ہیں جنکی وجہ سے انہیں جزاء دیجائے کہ ہم انہیں جنّتی ہونیکا فتویٰ دیں۔

لیکن یہ مذہب رکھنا کہ انکا امتحان ہوگا اور وہ اپنے آیندہ اعمال کے مطابق دوزخ یا جنّت میں جائینگے یہ بالکل اس حدیث کے مطابق ہے جسپر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے کیونکہ اس حدیث میں آتا ہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرینگے یا کیا عمل کرنیوالے ہیں یہ فقرہ ہی بتاتا ہے کہ آئیندہ اُن سے اعمال سرزد ہونگے اور چونکہ ہمیں ان آیندہ کے اعمال کا علم نہیں اسلیئے ہم انکے دوزخی یا جنّتی ہونیکا فتویٰ نہیں دے سکتے پس یہ مذہب چوتھے مذہب کے منافی نہیں۔

باقی دو مذاہب بظاہر منافی معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کے اجتہاد کی غلطی ہے ان میں سے ہر ایکنے ایک ایک حدیث کو لیکر اسپر اپنے مذہب کی بنیاد رکھ دی ہے حالانکہ یہ دونو حدیثیں امتحان والی حدیث کا نتیجہ ہیں چونکہ امتحان کے بعد طبعاً یہ لوگ دو گروہ ہو جائینگے ایک اطاعت کی وجہ سے جنّت میں جائیگا اور دوسرا عصیان کی وجہ سے دوزخ میں اس لئے نبی کریم صلعم نے بعض کے متعلق تو فرمایا کہ وہ جنّت میں ہونگے اور بعض کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ دوزخ میں ہونگے۔ پس نہ تو یہ صحیح ہے کہ سب کے سب جنّت میں جائینگے اور نہ اس حدیث سے سب کا جنّت میں ہونا نکلتا ہے اور نہ ہی یہ درست ہے کہ سب دوزخ میں جائینگے کیونکہ یہ عقل۔ قرآن شریف اور دیگر صحیح احادیث کے صریح خلاف ہے بلکہ چونکہ بعض نے نافرمانی کرکے دوزخ میں جانا ہے اسلیئے نبی کریم صلعم نے ان بعض کو مدِّنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ ھم مع اٰباءھم کل کے متعلق یہ الفاظ نہیں ہو سکتے ایک اور معنی بھی ان

الفاظ سے ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ انکے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو انکے باپوں کے ساتھ ہوا یعنی جس طرح انکی طرف رسول بھیجکر ان پر حجت پوری کی گئی اسی طرح ان بچوں کے ساتھ بھی کیا جائیگا۔ گویا یہ معیت بلحاظ اس سلوک کے ہے جو اتمام حجت کی غرض سے کیا جاتا ہے نہ کہ دوزخ میں داخل ہونیکے لحاظ سے اس معنی کی رو سے کل بھی مراد ہو سکتے ہیں اگر دو نو معنوں میں سے کوئی معنی مراد نہ لئے جائیں تو یہ حدیث قرآن شریف کے صریح خلاف ہونیکے سبب رد کرنیکے قابل ہے گو پہلے محققین نے تو اسے جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں رد ہی کر دیا ہے مگر ہمارا فرض رد کرنے سے قبل تطبیق کی صورت نکالنا ہے اگر تطبیق ممکن ہو تو رد مناسب نہیں اور ہمارے نزدیک مندرجہ بالا تطبیق ہو سکتی ہے اس لئے رد کرنیکی ضرورت نہیں ؂

ہندوستان میں اشاعت اسلام

قید میں تبلیغ اسلام | جب حکومت بلجیم نے وہاں کے ایک مسلمان امیر کو گرفتار کر کے سزائے موت کا حکم سنا دیا تو اس نے اس دنیا سے چلتے چلتے خود اس پادری کو بھی مسلمان کر لیا جو اسے مسیحیت کا پیغام نجات دینے گیا تھا۔ حضرت سید احمد مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتب سیر میں لکھا ہے کہ جہانگیر کی قید میں ۲ سال کا زمانہ انہوں نے محض فریضۂ تبلیغ کی انجام وہی میں گذارا اور جب رہا ہوئے تو کئی سو ہندو قیدی ان کی برکت سے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ ہمارے موجودہ زمانہ میں بھی مولانا محمد جعفر تھانیسری نے جو مجاہدین سرحد سے ساز باز رکھنے کے الزام میں کالے پانی بھیجے گئے تھے۔ انڈے مان کے بہت سے قیدیوں کو مسلمان کر دیا تھا مشرقی یورپ میں تو اسلام کی اشاعت تنہا ایک مسلمان عالم کی کوششوں کا نتیجہ تھی جو نصارٰی سے جہاد کرتا ہوا گرفتار ہو گیا تھا۔ قید کی حالت میں وہ پابزنجیر ڈان اور ڈینیوٹ کے درمیانی علاقہ میں بھیجدیا گیا اور وہاں اسکے خلوص قلب کی روشنی اس قدر پھیلی کہ تھوڑے عرصہ میں بارہ ہزار پچینگ مسلمان ہو گئے۔ اور چھٹی صدی ہجری کے وسط میں تقریباً سارا علاقہ اسلام کی برکات سے معمور ہو گیا۔

خواتین اسلام کا جذبۂ تبلیغ | تاتاری خلق کو جن ہاتھوں نے مسلم کشتی کی تلوار چھین کر اسلام کی اطاعت کا طوق پہنایا تھا وہ انہی ضعیف و نازک عورتوں کے ہاتھ تھے۔ جنہیں یہ لوگ ممالک اسلامیہ سے لونڈیاں بنا کر لے گئے تھے۔ غازان شاہ کے بھائی اولجائیتو خاں کو اس کی بیوی ہی نے مسلمان کیا تھا۔ اور اسی کی بدولت ایلخانی حکومت ایک اسلامی حکومت بن گئی تھی۔ چغتائی خاندان مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا

مگر قرہ ہلاکو خاں کی مسلمان بیوی نے اسے سب سے پہلے اسلام سے متعارف کیا۔ اور اسی کے اثر سے مبارک شاہ اور براق خان مسلمان ہوئے۔ تاتاری فوجوں کے ہزارہا سپاہی اپنے ساتھ مسلمان عورتوں کو لے گئے تھے اور انہوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ کر اپنے کافر شوہروں کا مذہب اختیار کرنے کے بجائے انہیں اور زیادہ تر انکے بچوں کو مسلمان کر لیا۔ اور انہی کی بدولت تمام بلاد تاتار میں اسلام پھیل گیا۔ اسی طرح ملک حبش میں بھی عورتوں نے اشاعت اسلام کا کام کیا ہے۔ چنانچہ متعدد ایسے حبشی رئیسوں کا تذکرہ تواریخ میں مذکور ہے۔ جنہیں ان کی مسلمان بیویوں نے اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا تھا۔ سنوسی مبلّغین نے تو وسط افریقہ میں مستقل طور پر عورتوں کو اشاعت اسلام کیلئے استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہاں سینکڑوں زنانہ مدارس قائم ہیں جن میں لڑکیوں کو اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔

صوفیائے کرام کا جوشِ تبلیغ مگر مسلمانوں میں سب سے زیادہ جو جماعت تبلیغ دین الٰہی کے ذوق شوق سے گرم سعی رہی ہے وہ وہی صوفیائے کرام کی جماعت ہے جو آج ہندوستان میں اس طرف سے تقریباً بالکل ہی غافل ہے۔ خود ہندوستان کے گذشتہ اولیاء و صوفیاء نے جس بے نظیر استقلال اور دینی شغف کے ساتھ اسلام کی روشنیوں کو پھیلایا ہے وہ ہمارے آجکل کے حضرات متصوفین کے لئے اپنے اندر ایک عمیق درس بصیرت رکھتا ہے۔ یہاں کے سب سے بڑے اسلامی مبلّغ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تھے جنکی برکت سے راجپوتانہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اور جن کے بالواسطہ اور بلاواسطہ مریدین اقطاع ملک میں اسلام کی شمع ہدایت لیکر پھیل گئے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے اطراف میں حضرت فرید الدین شکر گنج نے علاقہ پنجاب میں۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی ؒ نے دہلی اور اسکے نواح میں۔ حضرت سید محمد گیسو دراز۔ حضرت شیخ برہان الدین اور حضرت شیخ زین الدین اور آخر زمانہ میں حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہم نے ملک دکن میں اور دور اخیر میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رح نے دہلی میں ہی دعوت الی الخیر اور تبلیغ و امر اسلام کی خدمت انجام دی۔ انکے علاوہ دوسرے سلسلوں کے اولیائے عظام نے بھی اس کام میں ان تھک مستعدی سے کام لیا۔ پنجاب میں سب سے پہلے اسلامی مبلّغ حضرت سید اسمٰعیل بخاری تھے۔ جو پانچویں صدی ہجری میں لاہور تشریف لائے تھے اور انکے متعلق مشہور ہے کہ لوگ ہزارہا کی تعداد میں انکے ارشادات سننے آتے تھے اور کوئی شخص جو ایک مرتبہ انکا وعظ سن لیتا وہ اسلام لائے بغیر نہ رہتا۔ مغربی پنجاب میں اسلام کی اشاعت کا فخر سب سے زیادہ حضرت بہاء الحق ذکریا ملتانی رح کو حاصل ہے علاقہ بہاولپور اور مشرقی سندھ میں حضرت سید جلال بخاری رح کے فیضان تعلیم سے معرفت حق کی روشنی پھیلی۔ اور انکی اولاد میں سے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت

نے پنجاب کے بیسوں قبائل کو مسلمان کیا۔ ایک اور بزرگ حضرت سید صدرالدین اور انکے صاحبزادے حضرت حسن کبیرالدین بھی پنجاب کے بہت بڑے اسلامی مبلغ تھے۔ حضرت حسن کبیرالدین کے متعلق تواریخ میں لکھا ہے کہ انکی شخصیت میں عجیب کشش تھی۔ محض انکے دیکھ لینے سے دل پر اسلام کی عظمت و صداقت کا نقش مرتسم ہو جاتا تھا۔ اور لوگ خود بخود انکے گرد جمع ہو جاتے تھے۔

سندھ میں اشاعت اسلام کا اصلی زمانہ وہ ہے جب حکومت کا دور ختم ہو چکا تھا۔ آج سے تقریباً ۵سو برس پہلے حضرت سید یوسف الدین رح یہاں تشریف لائے اور انکے فیض سے لوہانا ذات کے ۷۰۰ خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ اور گجرات میں حضرت امام شاہ پیرانوی رح اور ملک عبداللطیف رح کی مساعی سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ بنگال میں سب سے پہلے شیخ جلال الدین تبریزی نے اس مقدس فرض کو انجام دیا۔ جو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کے مریدان خاص میں سے تھے آسام میں اس نعمت عظمٰی کو حضرت شیخ جلال الدین رح فارسی اپنے ساتھ لیگئے جو سلہٹ میں مدفون ہیں۔ کشمیر میں اسلام کا علم سب سے پہلے بلبل شاہ نامی ایک درویش نے بلند کیا۔ اور انکے فیض صحبت سے خود راجہ مسلمان ہو گیا۔ جو تاریخوں میں صدرالدین کے نام سے مشہور ہے۔ پھر ساتویں صدی ہجری میں سید علی ہمدانی رح ۷۰۰ سیدوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے۔ تمام خطۂ کشمیر میں اس مقدس جماعت نے نور عرفان کو پھیلایا۔ حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ کے عہد میں سید شاہ فریدالدین رح نے کشتوار کے راجہ کو مسلمان کیا اور اسکے ذریعہ علاقہ مذکور میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ دکن میں اسلام کی ابتداء پیر مہابیر کمدایت سے ہوئی جو آج سے سات سو برس پہلے بیجاپور تشریف لائے تھے۔ ایک اور بزرگ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے علاقہ مکوگن کے ہادی و رہبر تھے دھارواڑ کے لوگ اپنے اسلام کو حضرت شیخ ہاشم گجراتی کی طرف منسوب کرتے ہیں جو ابراہیم عادل شاہ کے پیر طریقت تھے۔ ناسک میں حضرت محمد صادق سرمست اور خواجہ خوند میر حسینی کی برکات روحانی کا اب تک اعتراف کیا جاتا ہے۔ مدارس بھی اپنی ہدایت کیلئے چند صاحب حال بزرگوں کا رہین منت ہے جنمیں سب سے زیادہ مشہور سید نثار شاہ مدفون ترچناپلی ہیں۔ دوسرے بزرگ سید ابراہیم شہید ہیں جنکا مزار اروادی میں ہے اور تیسرے بزرگ شاہ الحامد ہیں۔ جن کا مدفن ناگور میں واقع ہے۔ پینوگنڈا کی طرف اسلامی آبادی عام طور پر اپنے اسلام کو حضرت بابا فخرالدین کی طرف منسوب کرتی ہے۔ جنہوں نے وہاں کے راجہ کو مسلمان کیا تھا۔

حضرات صوفیائے کرام کی انہی تبلیغی سرگرمیوں کا اثر آجتک ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کی ایک بہت بڑی جماعت اگرچہ مسلمان نہ ہو سکی مگر اب تک اسلامی پیشواؤں کی گرویدہ ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں صوبۂ شمال مغربی (موجودہ صوبہ متحدہ) کے ۲۲۳۶۴۴۳، ہندوؤں نے اپنے آپکو کسی خاص دیوتا کا

پرستار بتلانے کے بجائے کسی مسلمان پیر کا پوجاری ظاہر کیا تھا۔ افسوس کہ وہ لوگ ہندوؤں کی ایک کثیر آبادی پر اسلام کا ایک غیر معمولی اثر چھوڑ گئے۔ مگر آج ہم اس سے بھی فائدہ اٹھانیکے قابل نہیں۔

واذا الصحف نشرت

[صحیفے اور اخبار اور کتابیں کس طرح اور کس کثرت سے شائع ہو رہے ہیں اور مندرجہ بالا قرآنی پیشگوئی کو پورا کر رہے ہیں اس کا کچھ حال ذیل کے مضمون سے آپ پر واضح ہوگا (ایڈیٹر)]

وہ کمرہ جس میں اخبار چھاپنے کے لئے حروف کمپوز کیے جاتے تھے۔ اس کمرے میں اندازاً چالیس پچاس کمپوز کرنیوالی مشینیں تھیں۔ ان مشینوں سے معمولی ریمنگٹن ٹائپ کی طرح حروف کمپوز ہو رہے تھے۔ ہر مشین کے سامنے ایک بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس حرف پر انگلی پڑتی جاتی تھی۔ وہی حرف تازہ تازہ ڈھل کر کمپوز ہوتا جاتا تھا۔ اس قسم کی مشینوں کو لینوں ٹائپ مشین کہتے ہیں۔ ہر مشین پر دو دو تین تین کالم منٹوں میں کمپوز کرکے پورا اخبار ختم کر دیا جاتا ہے۔ اب ان سب منتشر شدہ کمپوز کیے ہوئے کالموں کو صفحوں میں بنا لیا جاتا ہے۔ اور فوراً پروف مشین سے کئی کئی پروف ہر صفحے کے لے لئے جاتے ہیں۔ چند آدمی دس بارہ منٹ میں کل اخبار کی صحت کر دیتے ہیں۔ جب پروف کے اغلاط کی درستی ہو جاتی ہے۔ ان کمپوز شدہ صفحوں کو اسٹریوٹائپ کے کمرے میں دیدیا جاتا ہے۔ پہلے ایک قسم کے خاص کاغذ پر اس صفحے کا سانچہ بنایا جاتا ہے۔ اور پھر اس کاغذی سانچہ کو ایک مشین میں نصف دائرہ کی گولائی میں کرکے رکھدیا جاتا ہے۔ اس مشین میں سیسہ پگلا ہوا بھرا رہتا ہے۔ جہاں اس کاغذی سانچہ کے ذریعہ سے ان صفحوں کی کئی کئی پلیٹیں ڈھل کر نکلتی رہتی ہیں۔ اس مشین ڈھلائی کرنے کی رفتار دیکھکر تعجب ہوتا ہے۔ سات پلیٹیں ایک منٹ میں ڈھل کر نکل آتی ہیں۔ اس قسم کی چار مشینیں اس کمرے میں لگی ہوئی ہیں۔ کوئی بیس منٹ یا اس سے کچھ کم میں کل اخبار کے ہر صفحے کی کئی کئی پلیٹیں ڈھل کر تیار ہو جاتی ہیں۔ جیسے ہی یہ پلیٹیں ڈھل کر نکلتی جاتی ہیں۔ ایک لفٹ کے ذریعہ سے نیچے جہاں چھپائی کرنیوالی مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ روانہ ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں مشین مین انکو مشینوں میں فٹ کر دیتے ہیں۔ اس کمرہ میں کل چھ مشینیں ہیں۔ مگر یہ مشینیں نام کے لئے تو صرف چھ ہی ہیں۔ مگر کام غضب کا کرتی ہیں۔ ہر مشین پر دو مکمل اخبار کی کاپیاں ایک دم چھپ جاتی ہیں ایک مکمل اخبار میں سولہ صفحے ہوتے ہیں۔ مشین سے یہ دونوں اخبار مڑے ہوئے اور گنے ہوئے فی گھنٹہ بہتر ہزار

کی رفتار سے چھپ کر نکلتے رہتے ہیں۔ آدمی کا اس میں کوئی کام نہیں۔ صرف ان گنتی ہوئی گڈیوں کو جو مشین خود ہی گنتی جاتی ہے۔ اُٹھا لیتا ہے۔ کاغذ جس پر یہ اخبار چھپتا ہے۔ ایک بڑے رول پر لپٹا رہتا ہے۔ اس کاغذ کی لمبائی پانچ میل ہوتی ہے۔ گویا یہ مشین پہلے اخبار کو چھاپتی ہے۔ پھر کاٹتی ہے۔ اسکے بعد موڑتی اور گنتی ہے۔ اخبار میں کاغذ اور روشنائی جو صرف ہوتی ہے۔ وہ خود اسی کارخانہ میں تیار ہوتی ہے کارخانہ میں باوجودیکہ کُل کام مشینوں سے ہوتا ہے۔ پھر بھی بارہ سو آدمی اسٹاف میں ہیں۔ کارخانہ دن رات برابر کام کرتا رہتا ہے۔ دن میں عموماً چار ایڈیشن اور کبھی کبھی پانچ ایڈیشن چھپ کر نکل جاتے ہیں۔ اسکی روزانہ اشاعت سوا بارہ لاکھ کے قریب ہے۔ شہر میں اخبار فروشوں کے اخبار تقسیم کرنے کے لئے تیس چالیس موٹر ہیں۔ جو ایک لمحہ میں لندن کے کونہ کونہ پر اخبار پہنچا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ پیرس اور مانچسٹر میں اس اخبار کے کارخانہ کی شاخیں موجود ہیں۔ وہاں بھی اسی طرح روزانہ چھپ کر اخبار شائع ہوتا رہتا ہے *

شذرات

(از جناب ایڈیٹر صاحب)

فرنچ ویسٹ افریقہ میں احمدیت

ڈاکٹر زویمر مسلم ورلڈ میں رقمطراز ہیں:۔

"اندرسے لکھتا ہے کہ مغربی افریقہ میں آجکل فرقہ سنوسیہ کا اثر کم ہو رہا ہے لیکن سلسلہ احمدیہ جس کا مقامی مرکز (لیگوس) ہے تمام فرانسیسی مغربی افریقہ میں سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ اُسے اس نئی تحریک میں جو ہندوستانی مسلمانوں کے ماتحت چلائی جا رہی ہے بڑا خطرہ نظر آتا ہے۔

اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قدیمی اسلامی فرقے جو اسلامی روح کے مطابق مخالفین سے کھلم کھلا جنگ کرنے کے مؤید تھے اور یورپین فاتحین کے خلاف جتھے بناتے تھے ایسے نئے فرقوں کے لئے میدان خالی کر رہے ہیں۔ جن کا تصوف زمانہ حال کے سیاسی سوالات کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔"

جیسا کہ جاننے والے خوب جانتے ہیں سلسلہ احمدیہ ایک خالص مذہبی سلسلہ ہے یہ ہر جگہ اور ہر مقام پر قانون انتظام اور امن کا مؤید ہے۔ ایسا شخص جو سیاسیات میں انہماک رکھتا ہے وہ اگر ہر بات کو سیاسی رنگ دے تو کوئی بڑی بات نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ "اندرسے" کو غلط اطلاع

ملی ہو لیکن ڈاکٹر زویمر نے جو بُری رائے ظاہر کی ہے یہ صرف اسکے تعصّب بیجا کا نتیجہ ہے ٭

ریگولیشن آف رپورٹس بل یعنی قانون انضباط اطلاعات :۔

چرچ اسمبلی (یعنی مجلس کلیسیا) نے مندرجہ ذیل مطالب کا ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے:۔

"یہ مجلس اخبارات کی آزادی کی اہمیت کا اقرار کرنے کے باوجود خیال کرتی ہے کہ طلاق اور دیگر بعض اخلاقی معاملات کے متعلق مفصّل رپورٹیں اور خاصکر ۱۷-۱۸ سال کے نوجوانوں کے اخلاق کی رپورٹیں نہایت تباہ کن اثر کر رہی ہیں۔ اسلئے ملک معظم سے درخواست ہے کہ قانون انضباط اطلاعات کے جو اِن دنوں ہاؤس آف کامنز کے درپیش ہے پاس ہونے میں آسانیاں بہم پہنچائی جاویں "

ہمیں اس تجویز سے کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اسلام کسی شرمناک بات کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر معاملہ یہیں پر ختم نہیں۔ نوجوان صرف اخباروں میں ہی ایسی باتیں نہیں پڑھتے کہ جو مخرب اخلاق ہیں بلکہ انہیں کاروبار زندگی میں ہرجگہ ایسے معاملات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ناقابل فسخ ایک ہی بیوی سے نکاح کا ڈر پہلے تو لوگوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ نکاح کو التواء میں ڈالتے جائیں لیکن جب زیادہ ضبط نہیں کرسکتے تو اپنی شہوتوں کو اور طرح سے پورا کرنے لگ جاتے ہیں کیا یہ معاملہ عملاً طلاق اور نہایت مکروہ تعدداز دواج کے مترادف نہیں ؟

سائنس اور بائیبل ایک عیسائی مناد لکھتا ہے: "دیکھنا یہ چاہیئے کہ اُن کا (یعنی مسلمانوں کا) قرآن ادبی تنقید کے معیار پر پورا اُترتا ہے یا نہیں "

ہم اپنے عیسائی دوستوں کو اس مقدمے کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو مقام ٹے نے سی میں ایک مدرس پر بدیں وجہ چلایا گیا ہے کہ اس نے بعض زمانہ حال کے علوم کی تعلیم دیکر بائیبل کی بے حرمتی کی ہے اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ پہلے سائنس دانوں کے ساتھ اپنے اختلافات کا فیصلہ کرلیں بائیبل آجکل کی تنقید کی برداشت نہیں رکھتی ریورنڈ ڈبلیو آر انیج گرجا سینٹ پال کے اسقف جیسے دیانتدار آدمی اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ بائیبل اور کلیسیا کے منزہ عن الخطا ہونیکا عقیدہ اب قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن قرآن کا یہ حال نہیں اسکا معاملہ دگرگوں ہے ٭

ترکی میں احمدیت مسلم ورلڈ میں اخبارات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق

ایک مباحثہ کی روئداد نقل ہوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اخبار توحید افکار قسطنطنیہ مورخہ ۱۶ / ۱۲ دسمبر ۱۹۲۱ء میں عمر رضا بے نے شائع کیا کہ :۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح ہے جسکے معنی ہیں بڑا سیاح۔ شامی یہودیوں کی ایذا سے تنگ آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں افغانستان گئے اور وہاں سے کشمیر تشریف لے گئے اور وہاں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر مرنے کی تردید خود بائیبل سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر اسمٰعیل حقی بے بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقراری ہیں لیکن وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر چڑھنے سے اسلئے انکاری ہیں کہ اسمیں انکی ہتک ہے۔

حضرت سرور کائنات کی ناقدر شناسی

پچھلے دنوں انگلستان کے ایک کھلاڑی مسمی ہابز نے کرکٹ میں بہت بڑا نام پیدا کیا ہے۔ اور انگریزوں کی ورزش پسند قوم نے اسکو شہرت و ہر دلعزیزی کے آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ اس شخص کے متعلق حد سے بڑھے ہوئے چرچے کو تصویر کے ذریعے سے ظاہر کرنیکے لئے انگلستان کے ایک اخبار "سٹار" نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۸ اگست میں ایک کارٹون شائع کیا ہے۔ اس کارٹون کا عنوان ہے "نہایت اہم تاریخی مشاہیر کی گیلری" اسمیں سات تصویریں بنائی ہیں۔ وسط میں ہابز کی تصویر ہے۔ جو باعتبار قد و قامت باقی چھ تصاویر سے کہیں اونچی بنائی گئی ہے۔ اسکی بائیں جانب چارلی چپلن۔ سیزر اور حضرت آدم علیہ السلام کی تصویریں ہیں۔ اور دائیں طرف لائڈ جارج۔ کولمبس اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویریں کھینچی گئی ہیں۔ یہ چھ کی چھ تصویریں حیرت و استعجاب سے ہابز کو تک رہی ہیں۔ گویا یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ ہابز اپنی شہرت کے لحاظ سے ان سب پر فضیلت حاصل کر چکا ہے۔ دوسری تصویروں کے علاوہ حضرت آدم اور حضرت رسول خدا علیہما السلام کی تصویریں بھی نہایت بیہودہ طریق سے کھینچی گئی ہیں۔ حضرت آدم بالکل ننگ دھڑنگ دکھائے گئے ہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر میں تلوار بندھی ہوئی ظاہر کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے۔ امام مسجد احمدیہ پٹنی کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے فی الفور اس شرمناک کارٹون کے خلاف نہایت شدت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی۔ اور حکومت برطانیہ کے ہوم سکرٹری کے نام ایک پر زور مراسلہ لکھا جسمیں ان جذبات غیظ و غضب کی پوری ترجمانی کی جو اس کارٹون سے مسلمانان عالم کے دلوں میں قیامت برپا کر رہے ہیں۔ یقیناً ہر مسلمان کے دل میں اس کارٹون کو دیکھنے سے غم و غصہ کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ کرنا غیر مسلموں کے لئے بہت مشکل ہے۔ (زمیندار)

افسوس کہ سٹار کے ایڈیٹر صاحب اور کارٹونسٹ یہ نہیں سمجھے کہ حضرت سرور کائنات کا خواجہ دو عالم ہونا کن وجوہات پر مبنی ہے محض شہرت تو کوئی چیز نہیں شہرت تو ابلیس کی بھی حاصل ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ دنیا جہان کی سرداری کیلئے کن اوصاف حمیدہ کا مالک ہونا ضروری ہے اور پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان اوصاف سے متصف کونسی بزرگ ہستی ہے جو ہر پہلو سے ہر ایک کمال میں نقطۂ انتہائی تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور پھر یہ کہ وہ کون نامور عالم ہے جس نے انسانی دنیا میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ اور وحشیوں کو صرف انسان بلکہ با خدا انسان بلکہ خدا نما انسان بنا دیا۔۔۔۔۔

ذبیحہ گائے اور ہندوؤں کے وید شاستر

[میرے کرم فرما منشی فضل حسین صاحب احمدی مہاجر سنسکرت سکالر نے اس نازک مگر اہم مسئلہ پر اپنے تین چار سال کے مطالعہ کا لب لباب ہدیہ ناظرین ریویو آف ریلیجنز کیا ہے چونکہ یہ مضمون محض علمی و تاریخی حیثیت سے لکھا گیا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ موافق مخالف ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائینگے ۔ ایڈیٹر]

متعدد بار ہم سے بعض احباب نے دریافت کیا ہے کہ ہندوؤں کا بقر عید کے موقع پر گاؤ کشی کے خلاف آمادۂ فساد ہونا یا مسلمانوں کی رسم قربانی کے خلاف ایجی ٹیشن کرنا ۔ کیا وید ۔۔۔ اور دیگر شاستروں کی تعلیم کا نتیجہ ہے؟ کیا قدیم آریہ گوشت خوری اور قربانیوں سے متنفر تھے؟ یا وید اور شاستر گاؤ کشی اور دیگر جانوروں کو ذبح کرنے سے منع کرتے ہیں؟

ہمارا جواب حضرت کرشن قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہوتا تھا کہ :-

"ہندوؤں کو ویدوں سے یہاں تک بے خبری ہے کہ گائے بیل کا نہ مارنا بھی ایک مذہبی عقیدہ سمجھا گیا ہے اور کھانا تو درکنار اس گوشت کا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے" (تحفہ قیصریہ)

کیونکہ وید اور دیگر مستند شاستروں میں اکثر مقامات پر گاؤ کشی اور دیگر جانوروں کی قربانیوں کا صریح الفاظ میں جواز موجود ہے بلکہ کئی ایک گرنتھوں میں گوشت خوری کے فوائد بھی مرقوم ہیں ۔

اس پر ہم سے مطالبہ ہوتا تھا کہ اس قسم کے بعض حوالے نقل کر دیں جو ہم نے پورا کیا ۔ مگر اس طرح ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ جواب دینا یا حوالے نقل کر کے دینا مشکل ہے ۔ اس لئے ذیل میں اس بارہ میں چند حوالے درج کئے دیتے ہیں ۔ اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے دوست بوقت ضرورت اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔

ہمارا مدت سے ارادہ تھا کہ اس مسئلہ پر ایک مبسوط مضمون سپرد قلم کریں جسکے لئے ہم نے خدا کے فضل و کرم سے کافی سے بہت زیادہ مصالحہ فراہم کر رکھا ہے مگر عدیم الفرصتی ابھی تک اس کام کی سرانجام دہی سے مانع ہے اگر توفیق ایزدی شامل حال ہوئی تو انشاء اللہ بوقت فرصت اس بحث کا تمام ناظرین کے سامنے بالتفصیل لکھا جائیگا۔ جسکے مطالعہ سے معلوم ہوسکیگا کہ موجودہ زمانہ میں ہندوؤں کا قربانی اور گوشت خوری کے خلاف ہنگامہ آرائی تک کے لئے تیار ہوجانا بقول حضرت اقدس ویدوں سے بیخبری کے باعث ہے۔ لیکن فی الحال بطور نمونہ چند حوالے ہی نقل کرنے پر اکتفا کرینگے

(پہلا حوالہ) رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۹۴ منتر ۹

ते सोमादो हरी इन्द्रस्य निंसते ऽंशुं
दुहन्तो अध्यासते गवि- इत्यादि

"سوم کو نچوڑتے ہوئے گائے کے (چرم) پر بیٹھتے ہیں"

وید کا ارشاد ہے کہ ہوم کے موقع پر گائے کی کھالیں بیٹھنے کے لئے استعمال کی جائیں۔ سو اگر ویدک کال (زمانہ) میں گائے ذبح نہ ہوتی تھیں تو اس مذہبی رسم اور طریق کو بجالانے کے لئے کثیر التعداد گائے کی کھالیں کیسے میسر آسکتی تھیں؟ جب... مذہبی حکم بجالانے کیلئے ضروری تھا کہ گائے کی کھال پر بیٹھ کر سوم نچوڑا جائے تو یہ امر تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس کام کیلئے کافی تعداد میں گائے کی کھالیں فراہم کیجاتی ہونگی۔ اور یہ جبھی ممکن تھا کہ گائیں ذبح ہوتی ہوں۔ کیونکہ اگر گائیں ذبح نہ کی جاتی ہونگی تو ہر ایک یگیہ کرنیوالے کو سوم نچوڑتے وقت بارشاد وید گائے کی کھال کا ملنا محال تھا۔ اگر کہا جائے کہ طبعی موت سے مرنیوالی گائیوں کا چمڑہ استعمال کیا جاتا ہوگا۔ تو یہ قرین قیاس نہیں کیونکہ طبعی موت سے مرنیوالی گائیوں کی کھالیں اسقدر میسر نہیں آسکتیں کہ ہر ایک ویدک دھرمی سوم نچوڑنے کیلئے طبعی موت سے مری ہوئی گائے کی کھال حاصل کر سکتا۔ پس یہ منتر اس امر پر تیز روشنی ڈالتا ہے کہ ویدک زمانہ میں گائیں ضرور ذبح ہوتی تھیں جبھی تو ہر ایک کو سوم نچوڑنے کے لئے اسکی کھال میسر تھی۔

آقائے نامدار حضرت سلطان القلم نے اس حوالہ کی بناء پر اپنی بیش بہا تصنیف شحنہ حق میں یہ ارشاد فرمایا ہے

"رگوید اشٹک[*] ادّل میں لکھا ہے کہ جس کھال سے ہوم کے اعمال ادا ہوتے ہیں وہ ضرور گائے

---

[*] رگوید اشٹک ثانی کتابت کی غلطی سے لکھا گیا ہے صحیح حوالہ اوپر نقل ہوچکا ہے۔ (احمدی مہاجر)

کی کھال چاہیئے مگر اب گائے کے ذبح کرنے سے بڑھکر ہندوؤں کے نزدیک اور کوئی گنہ کبیرہ نہیں۔ اگرچہ ابھی تک پہاڑی راجے اپنے مقررہ دنوں میں بھینسوں کو تلوار سے کاٹتے ہیں اور جوالہ مکھی اور دوسری جگہوں پر دیویوں کے خوش کرنے کیلئے یہ کام ہوتے رہتے ہیں۔ مگر کبھی تعصب کے پردوں سے اس طرف خیال نہیں آتا کہ یہ اُسی ویدک حکم کے آثار باقیہ ہیں" (صفحہ ۷۵ و ۷۶)

اس عبارت کو پڑھکر بعض ہندو یا آریہ جھلا کر کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس منتر میں لفظ "گوی" ہے چونکہ "گو" کے معنی زمین بھی ہیں لہٰذا اس منتر کے یہ معنی ہوئے کہ "سوم نچوڑتے ہوئے زمین پر بیٹھتے ہیں" لیکن اس قسم کی رکیک تاویل سے کام لینے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کا "گوی" کے معنی "گائے کا چمڑا" کرنا غلط نہیں بلکہ غلط ترجمہ وہ ہے جو سیاق کلام کے خلاف تم کرتے ہو۔ اگر ہماری بات پر اعتبار نہ ہو تو سنو اور کان کھول کر سنو۔ تمہارے نزدیک جو سب سے بڑا لغت دان یاسک منی ہے وہ اپنی مشہور لغت "نرکت" میں حضور کے ترجمہ کی تصدیق کر رہا ہے اسکے لئے دیکھیئے نرکت ادھیائے ۲ کھنڈ ۵۔ یہی نہیں بلکہ گوی کے معنی "گائے کا چمڑا" کرتے ہوئے یاسک منی نے ثبوت یا مثال میں رگوید کا یہی (محولہ بالا منتر) پیش کیا ہے۔ جسکے معنی آریہ سماج کے مشہور پنڈت راجارام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور نے بایں الفاظ کیئے ہیں کہ "سوم نچوڑتے ہوئے گائے کے (چرم) پر بیٹھتے ہیں" (نرکت ہندی بھاشی صفحہ ۹۵) پس جب خود نرکت کار "گوی" کے معنی گائے کا چمڑا کرتا ہے اور آریہ سماج کا مشہور فاضل اس منتر کے وہی معنی کرتا ہے جو میرے آقا نے کیئے تو تم کون ہو جو حضرت کرشن قادیانی علیہ السلام کے تحریر کردہ ترجمہ کی تکذیب کر سکو۔ لہٰذا ترجمہ یہی صحیح اور درست ہے جو حضرت اقدسؑ نے کیا۔ پس جب یہی ترجمہ درست ہے تو پھر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ویدک زمانہ میں گائیں ذبح ہوتی تھیں کیونکہ سوم رس نچوڑنے کے لئے ہر ایک کو گائے کی کھال درکار تھی اور یہ تبھی ممکن تھا جب گائے ذبح ہوتی ہوں ؎

(دوسرا حوالہ) رگوید منڈل ۸ سوکت ۱۰۱ منتر ۱۵ کے آخری ٹکڑے کا ترجمہ پنڈت شیو شنکر کاویہ تیرتھ بایں الفاظ کرتے ہیں کہ:-

"نیتا (لیڈر) کپڑے کی مانند (گویا) چمڑوں کو پہنتے ہوئے ... مختلف علوم سے اس یگیہ کو دوہتے ہیں" (رگوید بھاش کاویہ تیرتھ جلد اوّل ص۲۶۲)

اس منتر سے کیا معلوم ہوا؟ یہی کہ ویدک زمانہ میں یگیہ کرنے والے گائے کے چمڑوں کا لباس بنواکر پہنا کرتے تھے۔

اگر کوئی کہے کہ ترجمہ میں تو صرف چمڑا لکھا ہے تم گائے کا چمڑا کیوں مراد لیتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل منتر میں لفظ "گویہ" ہے جسکے معنی گائے کا چمڑا ہیں نہ کہ مطلق چمڑا۔ جیسا کہ خود بھی انہی پنڈت جی کو فٹ نوٹ میں لکھنا پڑا کہ:۔

"گویہ = گوسمبندھی یعنی گائے دودھ۔ دہی۔ گھی۔ چرم وغیرہ سب کا نام گویہ ہوتا ہے"

فرمایا کہ گویہ کے معنی گائے کا دودھ دہی گھی اور چمڑا ہیں۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہم نے گویہ کے معنی گائے کا چمڑا لیتے ہوئے یہ لکھا کہ ویدک زمانہ میں لوگ گائے کے چمڑوں کا لباس بنواکر پہنا کرتے تھے۔

پس جب عام طور پر گائے کی کھالوں کا لباس استعمال میں آتا تھا تو پھر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسوقت گائیں ذبح ہوتی تھیں کیونکہ جب یگیہ کرنیوالے گائے کے چمڑے کا لباس پہنکر یگیہ کرتے تھے تو اسی نسبت سے گائے کی کھالیں بھی مہیا کی جاتی ہونگی۔ یہ تو مشکل ہے کہ طبعی موت مرنیوالی گائیوں کی کھال اُتار کر لباس تیار کروایا جاتا ہو۔ علاوہ ازیں مُردہ گائے کا چمڑا بھی عمدہ نہیں اُترتا کہ اس سے لباس تیار کروا کر پہنا جا سکے۔ پس یہ باتیں ثابت کرتی ہیں کہ ویدک زمانہ میں آجکل کی طرح ذبح گائے سے نفرت نہ تھی بلکہ اسوقت جہاں گائے کی کھالوں پر بیٹھ کر یگیہ کیا جاتا تھا وہاں انہی کی کھالوں کا لباس بھی پہنا جاتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ گائیں بافراط ذبح کی جاتی ہوں۔

(تیسرا حوالہ) یاسک منی نرکت میں یہ بتلانے کیلئے کہ "گو" کے معنی گائے کا چمڑا اور چربی بھی ہیں بطور مثال رگوید منڈل ادھیائے سکت اشٹک ... ورگ ... حرف ... کا مندرجہ ذیل فقرہ نقل کرتے ہیں:

गोभि: सन्नद्धो असि वी ळयस्वती

ترجمہ:۔ گائیوں کے چمڑے اور چربی سے تیار ہونیوالا مضبوط ہو۔ (نرکت ادھیائے ۲ کھنڈ ۵)

گائے کے چمڑے اور چربی سے تیار کردہ کیا مضبوط ہو؟ یاسک منی فرماتے ہیں کہ یہ منتر رتھ کی تعریف میں ہے یعنی اس منتر میں اس رتھ کا بیان ہے جو گائے کے چمڑے سے مڑھا ہوا اور گائے کی چربی سے روغن کیا ہوا ہو۔

جیساکہ پنڈت راجارام بھی لکھتے ہیں کہ:۔

"رتھ چمڑے سے مڑھا ہوا ہوتا ہے اور چربی سے اسکے آرے وغیرہ روغن کئے جاتے ہیں۔" (نرکت بھاش صفحہ ۹۷)

معلوم ہوا کہ ویدک زمانہ میں رتھوں کی ساخت میں گائے کا چمڑا اور چربی بھی استعمال میں لائی جاتی تھی چونکہ اس زمانہ میں رتھ کثرت سے بنتے تھے لہٰذا ان کو گائے کے چمڑے سے مڑھنے اور چربی کے روغن سے رنگنے کے لئے گائیوں کا چمڑا اور چربی بھی کافی مقدار میں مہیا کئے جاتے ہونگے۔

کیونکہ کافی مقدار میں چربی اور چمڑا تبھی مہیا ہو سکتا ہے جبکہ گائیں زیادہ تعداد میں ذبح ہوتی ہوں۔

پس یہ منتر بھی اسی امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ ویدک زمانہ میں گائے ذبح کرنے کا رواج تھا۔ اور آریہ لوگ اس زمانہ کے ہندوؤں کی طرح گائے کے چمڑے اور چربی کے استعمال سے کسی قسم کا پرہیز نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ رتھ تیار کرنے کے لئے صرف چربی اور چمڑا ہی لے لیتے ہوں اور اصل چیز (گوشت) پھینک دیتے ہوں۔ کیونکہ جو چربی جیسی چیز کام میں لے آئے وہ گوشت کو کب ضائع جانے دیگا۔

پس یہ ماننا پڑتا ہے کہ اسوقت جہاں گائے ذبح کرنے سے کسی کو باک نہ تھا وہاں اس کا گوشت کھانے میں بھی کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہ تھی۔

(چوتھا حوالہ) یاسک منی اپنی کتاب (نرکت) میں فرماتے ہیں کہ گو کے معنی ہاڑی اور چربی بھی ہیں جیساکہ ان الفاظ سے ہویدا ہے یعنی

अथापि स्नाव च श्लेष्मा च

اور مثال میں رگوید ادھیائے ۵ اشٹک ۱ ورگ ۲۱ منتر ۱ کا مندرجہ ذیل ٹکڑہ بطور اقتباس نقل کرتے ہیں:۔

गोभि: सन्नद्धा पतति प्रसूते ! इत्यादि

جس کے معنی ہیں :-

"گائیوں کی ناڑی اور چربی سے تیار ہُوا بان چلّے سے چھوڑا ہُوا اُڑ جاتا ہے"

یہ منتر تیر کمان کی تعریف میں ہے یعنی وہ کمان جو گائے کی ناڑ اور چربی سے تیار ہُوا ہو۔
اس سے بھی یہی معلوم ہُوا کہ ویدک زمانہ میں جہاں یگیہ کرتے وقت گائے کی کھالیں استعمال میں آتی تھیں ان کا لباس بنوا کر پہنا جاتا تھا رتھوں پر ان کا چمڑا مڑھا جاتا تھا انکی چربی سے روغن تیار کر کے رتھوں اور کمانوں پر لگایا جاتا تھا وہاں گائے کی ناڑی یا تندی سے کمان بھی بنائے جاتے تھے۔

اب خیال فرمائیے ہندو راجاؤں اور ان کی فوجوں کے لئے کس قدر تیر کمان مہیا کرنے پڑتے ہونگے۔ پس اسی پر قیاس ہو سکتا ہے کہ گائیں بھی کس قدر ذبح کی جاتی ہوں گی۔ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ جب تک گائے اپنی طبعی موت سے نہ مرے اسوقت تک قدیم راجے مہاراجے تیر کمان کا بنانا ہی بند رکھتے ہوں۔ سلطنتوں کا کام تو یہ ہوتا ہے کہ بلا ضرورت بھی اس قسم کی اشیاء کو بنوا کر بطور ذخیرہ رکھ چھوڑتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں۔ پس جب گائے کا چمڑا اسکی چربی اس کی ناڑیں وغیرہ ہر ایک چیز سے علیحدہ علیحدہ کام لیا جاتا تھا تو کیا بات اس امر کو تسلیم کرنے میں مانع ہو سکتی ہے کہ اسوقت گائیں ذبح نہ ہوتی ہوں؟
اس کے بعد ایک ایسا حوالہ وید سے نقل کیا جاتا ہے کہ جس سے یہ امر دانشگاف ہو جائیگا کہ ویدک زمانہ میں گائیں یقیناً ذبح ہوتی تھیں۔

(پانچواں حوالہ) رگوید منڈل ۱ سوکت ۶۱ منتر ۱۲

असमा इदु प्रभरा तूतु जानो वृत्राय वज्रमीशानः
कियेधाः। गोर्न पर्वविरदा तिरश्चे ष्यन्नर्णांस्यपां चरध्यै

ترجمہ :- اے اندر تیزی کرتا ہُوا تو جو حکومت کرنیوالا اور طاقتور ہے۔ پانی کو چاہتا ہُوا (زمین کی طرف) پانیوں کے چلنے کے لئے ٹیڑھے وجر (ہتھیار) سے گائے کے جوڑوں کی مانند ورتر کو کاٹ"

یعنی اے اندر تو بارش کے لئے ورتر (بادل) پر اس طرح ٹیڑھا ہتھیار چلا جس طرح گائے

کے جوڑوں کو کاٹا جاتا ہے۔

یہ منتر بتلاتا ہے کہ ویدک زمانہ میں گائیں یقیناً ذبح ہوتی تھیں۔ کیونکہ مثال یا نظیر اسی شئے کی دی جاتی ہے جس کا خارج میں وجود ہو یا روزمرہ کے مشاہدہ میں نظر آتی ہو۔ جب ویدک زمانہ میں گائے کے ٹکڑے ہی نہ کیئے جاتے تھے تو ان سے بادل کو تشبیہ دینا چہ معنی دارد؟

پس اس منتر میں ورتر کے ساتھ گائے کے کاٹے جانے کی مثال واضح کرتی ہے کہ رشیوں منیوں کے زمانہ میں یقیناً گائیں کاٹی جاتی تھیں۔

(تائیدی حوالہ) اسجگہ کہا جا سکتا ہے کہ "گو" کے معنی نفس (اندریاں) یا بانی (کلام) بھی ہے مگر ایسا کہنے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس جگہ کلام یا نفس مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں گو کے ٹکڑوں کا ذکر ہے کیا نفس یا کلام کے بادل کی طرح ٹکڑے ہوا کرتے ہیں؟ دیکھیئے سنسکرت کے مشہور فاضل پنڈت رام ناتھ شاستری پروفیسر سنسکرت کالج کلکتہ اس منتر کا یہی ارتھ لکھتے ہیں:۔

"ورترا اسُر کے عضووں کے جوڑوں کو ترچھے وجر سے کاٹ ڈالئے جس طرح گوشت کے کاٹنے والے لوگ گائے کے عضو کو کاٹ کر جدا کرتے ہیں"

اور یہی پنڈت صاحب بطور نوٹ اس منتر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:۔

"ان دنوں (ویدک زمانہ) گائے کا گوشت کھانا منع نہ تھا۔ الخ" (ویدک سولیزیشن صفحہ ۹۹)

پس جب خود ہندو فاضل بھی صریح الفاظ میں ہمارے ترجمہ اور خیال کی تائید کرتے ہیں تو پھر اپنے غلط خیالات پر جمے رہنے کے لئے رکیک تاویلوں سے کام لینا حق و انصاف سے بعید ہے۔

لہٰذا ہندو دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی موجودہ حالت کا مقابلہ قدیم بزرگوں کے خیال و افعال سے کر کے دیکھیں کسقدر تفاوت ہے؟

(چھٹا حوالہ) یہانتک تو ہم نے قرائن قویہ سے یہ ثابت کیا کہ قدیم آریہ گائے کی کھال۔ چربی۔ تندی ناڑی وغیرہ سے ہر قسم کا کام لیتے تھے۔ اور گائیں ذبح کرتے تھے۔ مگر اب ہم ایک ایسا صریح حوالہ نقل کرتے ہیں کہ جس سے یہ امر آفتاب عالمتاب کی طرح روشن ہو جائیگا کہ

ہندوستان قدیم کے لوگ گائے کا گوشت کھاتے بھی تھے۔ امید ہے کہ ناظرین اس حوالہ کو یاد کر لینگے تاکہ بوقت ضرورت اس سے اپنے غلطی خوردہ ہندو دوستوں کو سمجھا سکیں کہ ان کا اس زمانہ میں گاؤ کُشی پر بدکنا اور رنج و غم کا اظہار کرنا ویدک تعلیم کے خلاف اور صریح منافی ہے۔

سو ملاحظہ ہو۔ اتھرو وید کانڈ ۹ سوکت ۳ منتر ۳۷ و ۳۹

एषवा अतिथिर्वं श्रोत्रियस्तस्मात पूर्वो नाश्नीयात
एतदवा उ स्वादीयो यदधि गवं क्षीरं वामांसं वा तदेव नाश्नीयात्

وید بھگوان حکم دیتے ہیں کہ:۔

"معزز مہمان کو کھانا کھلانے سے پہلے گرہستی خود نہ کھائے۔

اور وہ جو گائے کا لذیذ دودھ اور گوشت ہے وہ تو اتتھی کو کھلانے سے پہلے ہرگز نہ کھائے"۔

اگر گائے کا ذبح کرنا یا اس کا گوشت کھانا گناہ ہوتا جیسا کہ فی زمانہ ہندوؤں کی زبان سے سُنا جاتا ہے تو وید بھگوان کبھی بھی یہ آگیا (حکم) نہ دیتے کہ معزز مہمان کو گائے کا گوشت کھلانا چاہیئے جب صریح اور صاف۔ واضح اور بیّن۔ الفاظ میں وید کا ارشاد موجود ہے تو اس کے خلاف جینیوں کی دیکھا دیکھی موجودہ ہندو نسل کا مسلمانوں کو گاؤ کُشی کرتے دیکھ کر ناروا حرکات کا مرتکب ہونا درست ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔

ہاں ہم جانتے ہیں اس منتر کے واضح اور صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ بیجا ضد سے کام لیکر یہ کہدیا کرتے ہیں کہ اس منتر میں مانس کے معنی گوشت نہیں بلکہ مقوی اغذیہ کے ہیں۔ لہٰذا اسکے یہ معنی ہوئے کہ گرہستی مہمان کو گائے کا لذیذ دودھ اور مقوی اشیاء کھلائے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوؤں کا اس قسم کے بودے عذرات سے کام لینا حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ مانس کے معنی جس لغت کو بھی اُٹھا کر دیکھو گوشت کے نظر آئینگے۔

اور نرکت کار کا یہ کہنا کہ مانس مقوی غذا کو کہتے ہیں درست ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک مقوی چیز کا نام مانس ہے بلکہ گوشت کا نام اسلئے مانس ہے کہ یہ مقوی ہوتا ہے نرکت نے مانس کی وجہ تسمیہ بتلائی ہے کہ جو منن سادھک یا مقوی ہو وہ مانس ہے۔ نرکت کے اس بیان سے تو یہ ثابت ہُوا کہ گوشت مقوی غذا ہے نہ کہ تمام مقوی اشیاء کا نام مانس ہے۔

پس اس منتر میں "یداد ہی گوم کشیر م دمانسم" کے معنی یہی اور صرف یہی ہیں کہ گائے کا دودھ اور گوشت نہ کہ گائے کا دودھ اور مقوی غذا۔

آریہ سماج کے بانی سوامی دیانندجی نے بھی اپنے وید بھاش میں جہاں جہاں مانس کا لفظ آیا ہے گوشت ہی مراد لیا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی مانس کے معنی صرف گوشت ہیں۔

اور جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ وید مقدس گائے کے گوشت کا کھانا کھلانا گناہ نہیں بتلاتا بلکہ جائز ٹھیراتا ہے تو اس صورت میں گاؤکشی کے خلاف شورش برپا کرنیوالوں کو اپنی نارو ا اور خلاف از وید روش سے باز آجانا چاہیئے۔

ان حوالوں کی موجودگی میں مزید لکھنا کچھ ضروری نہیں مگر ناظرین کی معلومات کیلئے چند حوالے دیگر شاستروں سے بھی ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔ جن کا مطالعہ بتلائیگا کہ زمانہ گذشتہ کے ہندو بزرگ گائے بیل کی قربانی پر پوری طرح عامل تھے

(ساتواں حوالہ) گوبھل گرہیہ سوتر پرپاٹھک ۱۰ کھنڈ ۲

(۹) मथोऽग्नि मुपस माधाय कृष्णया गवा यजेत। श्वेत र [illegible] स्पथमाऽथां पायसेन वा।

ترجمہ مع ٹیکا۔ واستو بھومی پر آگ جلا کر کالی گائے کے گوشت وغیرہ سے یگیہ کرے سفید بکرے کے گوشت کے ذریعہ بھی یہ یگیہ ہو سکتا ہے۔ کالی گائے کا گوشت اور سفید بکرے کے گوشت کیساتھ اگر پایس (کھیر) بھی ہو تو اور بہتر ہے اگر گوشت نہ ملے تو پایس ہی سہی مگر یہ ادنٰے درجہ کا یگیہ ہوگا۔ (ترجمہ آدے نرائن سنگھ ورما)

اسی طرح ملاحظہ ہو

(آٹھواں حوالہ) آپستمبنیہ دھرم سوتر۔ پرشن ۱ پٹل ۵ کنڈ کا ۱۷

धेन्व डुहा भभ्यपु ।। पेदयमानडु हमि ति बाज सने य कप ।।

گائے اور بیل کا گوشت کھانے کے لائق ہے۔ کیونکہ یہ واجسنیہ مانتے ہیں صرف یہی نہیں کہ بیل کا گوشت کھانے کے لائق ہے بلکہ بیل کا گوشت میدھیہ (قربانی یا نذر) کے بھی قابل ہے"

(نواں حوالہ) آپستمبنیہ دھرم سوتر۔ پرشن ۲ پٹل ۷ کنڈ کا ۱۶

گائے کے گوشت سے ایک برس تک پتر (فوت شدہ بزرگ) ترپت (سیر) ہوتے ہیں۔ بھینسے کے گوشت سے اس سے بھی زیادہ عرصہ تک بزرگ ترپت رہتے ہیں۔"

فرمایا کہ اگر زندہ لوگ بطور فاتحہ خوانی یا شرادھ میں اپنے بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچانے کیلئے گائے کا گوشت برہمنوں یا دیگر مستحقین کو کھلائیں تو اسکے عوض انکے فوت شدہ بزرگ ایک برس تک سیر ہو سکتے ہیں اور بھینسے کے گوشت سے اس سے بھی زیادہ عرصہ تک۔

اگر گائے بیل کا ذبح کرنا یا اس کا گوشت کھانا حرام ہوتا تو شرادھ جیسی پوتر رسم کے موقع پر بیل گائے کے گوشت کا کھلانا جائز ٹھیرایا جا سکتا تھا؟ پس یہ بات ہی غلط ہے کہ گائے بیل کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔

(دسواں حوالہ) پارسکر گرہیہ سوتر کنڈ ۳ کا ۸

"گھر کی آگ کو جنگل میں لے جاکر جلا وے اور وہاں رُدّر کے لئے پشو (جانور) کا ہون کرے۔ (ایسا جانور) جو کہ سانڈ ہے۔ یعنی بیل ہو۔ کیونکہ شول گو سے مراد بیل ہے الخ"

(گیارھواں حوالہ) اشولائن گرہیہ سوتر ادھیائے ۱ کنڈ کا ۲۴ میں لکھا ہے کہ:-

"گائے دیکر

"ہتو مے پاپ ما" وغیرہ منتر کا جاپ کرکے اسکو مارے۔ اور اگر چھوڑ دینے کی مرضی ہو تو "ماتا رُدر انام" وغیرہ منتر کا جاپ کرکے چھوڑ دیوے۔ لیکن اسکی جگہ کسی دوسرے جانور کا گوشت ضرور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مدھوپرک سے متعلق بھوجن بغیر گوشت کے نہیں ہوتا۔" (۱۰)

اسی قسم کے اور بھی متعدد حوالے نقل کیئے جا سکتے ہیں کہ جنہیں گائے بیل کا ہوم کرنا اور کھانا صاف الفاظ میں مذکور ہے مگر فی الحال انہی پر اکتفا کرتے ہوئے ذیل میں چند آراء زمانۂ حال کے علماء کی نقل کیجاتی ہیں جو اس امر کی مؤید ہیں کہ ہندوؤں کے آباؤ اجداد کو گائے بیل کی قربانی کرنے یا ان کا گوشت کھانے میں کسی قسم کا باک نہ تھا۔

لالہ جپت رائے۔ لکھتے ہیں کہ (۱) "ویدوں میں جو شبد (الفاظ) گئو کے لئے آیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ویدک آریوں کے دلوں میں گئو کی بڑی عزت تھی۔ گو یہ کہنا ناممکن ہے کہ وہ لوگ گوشت بالکل نہ کھاتے تھے۔ شاید یہ کہنا درست ہوگا کہ گوشت انکی معمولی خوراک نہ تھا" (تاریخ ہند اردو صفحہ ۹۶)

پنڈت رام ناتھ شاستری۔ (۲) "ان دنوں (ویدک زمانہ میں) گائے کا گوشت کھانا منع نہ تھا" (یہ حوالہ پہلے نقل ہو چکا ہے)

(۳) **مشہور سنسکرت دان کولبروک صاحب** - لکھتے ہیں کہ "مہمانوں کی آمد کے وقت ہندوؤں میں گائے ذبح کرنیکا دستور تھا - اور اسی وجہ سے مہمان کا نام گوگھن (گائے کُش) پڑ گیا تھا" (ایشیاٹک ریسرچ جلد ۷ صفحہ ۲۸۹)

---

(۴) **ڈاکٹر راجندر لال متر** ایل ایل ڈی - سی - آئی - ای - اپنی مشہور کتاب "ہندی آرین" میں رقمطراز ہیں کہ :- "قدیم ہندوؤں میں ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے کہ جب گائے کو ذبح کرتے وقت لوگوں کے دل انکو ذرا بھی ملامت نہیں کرتے تھے - اور اس مبارک جانور کا گوشت نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی خوراک سمجھی جاتی تھی اور مہمان نوازی کا امتیازی نشان یہی تھا کہ مہمان کی آمد پر اہل ہنود کیطرح کوئی موٹی تازی گائے ذبح کیجائے"

---

(۵) **پنڈت شِو سہائے چترویدی** لکھتے ہیں کہ :- "قدیم زمانہ میں گائے - بکرا - اور گھوڑا وغیرہ جانوروں کے گوشت چربی کی یگیہ میں آہوتی دیجاتی تھی" (آریہ جاتی صفحہ ۳۹)

---

(۶) **پروفیسر بیسن** :- رگوید کے زمانہ میں ہندوؤں کی یہ حالت بتلاتے ہیں کہ وہ "اپنے مہمانوں کے لئے بیل قربانی کرتے تھے الخ" (تاریخ ہند اُردو از لالہ جیت رائے صفحہ ۵۷)

(۱۱)

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ موجودہ ہندوؤں کے آباؤ اجداد گاؤکُشی سے کسی قسم کی نفرت کا اظہار کرنیکی بجائے شوق سے انہیں ذبح کرتے اور ان کا گوشت کھاتے تھے گیارہ حوالے اور چھ رائیں نقل کردیں - مفصل انشاء اللہ تعالیٰ بشرط فرصت پھر کبھی لکھا جائیگا -

لیکن قبل اسکے کہ اس مضمون کو ختم کریں ذیل میں چند حوالے دیگر جانوروں کی قربانی اور انکا گوشت کھانے کے متعلق بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں - امید ہے کہ انکا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا -

(۱) برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۶ براہمن ۴ منتر ۱۸ "جو چاہے میرا بیٹا پنڈت محقق اور عالم فاضل ہو ویدوں کا جاننے والا ہو - اعلیٰ مقرر عمر دراز ہو تو وہ گوشت چاول (پلاؤ) پکاکر کھاوے" اس کا یہ مطلب ہے کہ جو عورت مرد پلاؤ کھاکر باہم ملینگے انکے ہاں عالم فاضل دیندار بیٹا پیدا ہوگا دیکھ لیجئے گوشت کی کس قدر اعلیٰ تاثیر بیان کی ہے یعنی عالم فاضل اور دیندار بیٹا گوشت کھانے سے پیدا ہوتا ہے *

(۲) "حاملہ عورت چوتھے مہینے - دودھ - مکھن - گھی سے بنا ہوا بھوجن اور جنگلی پرندوں کے گوشت کا پکا ہوا بھوجن کھائے" (آیُروید ادھیائے ۴ - شریر استھان)

(۳) آیُر وید طب کی مشہور کتاب ہے۔ اس کا مصنف لکھتا ہے کہ حاملہ عورت کو گوشت کھانا مفید ہے۔ اگر گوشت کھانا پاپ ہوتا تو یہ بزرگ اس طرح گوشت کی تعریف کیوں گاتا؟

(۴) متسیہ پران ادھیائے ۱۷ میں سُوت جی فرماتے ہیں کہ "دہی۔ دودھ۔ کھانڈ۔ میں پکے ہوئے اناج سے پتر (مرے ہوئے بزرگ) ایک ماہ تک ترپت (سیر) رہتے ہیں۔ اور مچھلی کے گوشت سے دو ماہ تک۔ ہرن کے گوشت سے تین ماہ تک۔ اور مینڈھے کے گوشت سے چار ماہ تک۔ پرندوں کے گوشت سے پانچ ماہ تک سیر رہتے ہیں۔ بکری کے گوشت سے چھ ماہ تک۔ چتکبرے ہرن کے گوشت سے سات ماہ تک این نام والے ہرن کے گوشت سے آٹھ ماہ تک ترپت (سیر) رہتے ہیں گائے کے دودھ اور کھیر سے ایک برس تک۔ رُوَرُوْ نام والے ہرن کے گوشت سے پندرہ ماہ تک (بزرگ سیر رہتے ہیں) الخ"

ہندوؤں کے ہاں جو رسم شرادھ و فاتحہ خوانی ہے اس میں براہمنوں و دیگر مستحقین کو کھانا کھلانے کیلئے سُوت جی نے فرمایا ہے کہ فلاں فلاں جانور کا گوشت پکا کر کھلانے سے اتنا اتنا عرصہ انکے بزرگ سیر رہتے ہیں۔ اگر جیو ھنسا یا گوشت خوری وید شاستر کے وِرُدھ اور خلاف ہوتی تو سُوت جی ایسے مہارشی اور وید دان کا یہ اُپدیش کرنا ممکن تھا؟ پس ان کا مختلف جانوروں کا گوشت پکا کر شرادھ میں کھلانے کا ارشاد ہی اس امر کو ثابت کرنیکے لئے کافی ہے کہ وید شاستروں میں گوشت خوری ممنوع نہیں بلکہ جائز اور موجب ثواب ہے۔

(۵) سانکھیائن گرہ سوتر ادھیائے ۱ کھنڈ ۲۷ میں لکھا ہے کہ "چھٹے مہینے بچہ کو کھانا شروع کرائے۔ اگر بچہ کی پرورش کرنی منظور ہے تو بکری کا گوشت کھلائے۔ اگر اچھی شہرت والا منظور ہو تو تیتر کا گوشت کھلائے۔ اگر جاہ و جلال والا بنانا ہو تو گھی میں چاول اُبال کر کھلاوے۔ اگر چالاک بنانا ہو تو مچھلی کھلاوے۔ الخ"

اسی طرح پارسکر گرہ سوتر کانڈ ۱ کنڈ کا ۱۹ سوتر ۷ تا ۱۲ میں لکھا ہے کہ "جو چاہتا ہے کہ میرا لڑکا اچھا بولنے والا ہو تو وہ اُسکو (لڑکے کو) بھاردواجی جانور یعنی چکوے کا گوشت کھلائے۔ اگر (باپ) چاہتا ہے کہ (لڑکا) تیز ہاضمہ والا ہو تو کپنجل جانور یعنی تیتر کا گوشت کھلائے۔ اگر خواہش ہے کہ لڑکا تیز ہو تو مچھلی کا گوشت کھانیکو دے۔ اگر یہ خواہش ہے کہ لڑکا بڑی عمر والا ہو تو کرکشا جانور کا گوشت اسے کھلائے۔ اور اگر یہ چاہتا ہے کہ لڑکے میں تمام یہ گن پیدا ہوں تو پھر اسکو ان سب جانوروں کا گوشت کھلائے"

یہ حوالہ جات ایسے نہیں کہ انپر اپنی طرف سے بطور تشریح کچھ لکھا جائے عبارت اور مطلب واضح ہے جسے ہر ایک پڑھ اور سمجھ سکتا ہے ہم یہاں صرف یہی کہنا ہے کہ ہندو دوستوں کا فی زمانہ گوشت خوری کے خلاف نفرت کا اظہار کرنا خود اپنی ہی مانیہ اور مقدس لٹریچر کے خلاف ہے اگر وہ مذکورہ بالا حوالوں کو بے لاگ ہو کر دیکھیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ انکا اس مسئلہ پر مسلمانوں سے دست

(مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا)

نیا لٹریچر

شمائل شریف مترجم اُردو | منشی فخر الدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر قادیان نے مترجم شمائل شریف شائع کی ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ترمیم شدہ زیر نگرانی علامہ حافظ روشن علی صاحب (۲) بعض ضروری مقامات پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے مفید مختصر نوٹ ابتداء میں کار آمد مضامین کی فہرست اور مفید مطلب باتیں ہیں منشی صاحب کی محنت قابل تعریف ہے۔ جماعت احمدیہ کے احباب کو بالخصوص ہمت افزائی اور قدردانی کرنی چاہیئے:۔

قیمت بیجلد ۸/ مجلد کپڑا ۱ر مجلد چرمی للعہ

سیر انصار حصّہ دوم | یعنی سیر الصحابہ کا وہ حصّہ جس میں انصار اور حلفائے انصار کے سوانح و حالات اور انکے فضائل و کمالات مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروف تہجی لکھے گئے ہیں مؤلفہ مولوی سعید صاحب انصاری دار المصنفین کا یہ سلسلۂ تصانیف نہایت ہی قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اور احباب جماعت احمدیہ کے لئے اس کا مطالعہ از بس ضروری و نہایت مفید سمجھتا ہوں۔ اسوۂ صحابہ جلد اوّل و جلد دوم اور اسوۂ صحابیات اور سیر الانصار حصّہ اوّل۔ اور سیر الانصار حصّہ دوم یہ سب کتابیں پڑھی جائیں تو وہ عہد مبارک نبوّت آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اور اپنے اعمال و افعال کا مقابلہ کرکے محاسبۂ نفس سے تزکیہ روح کا موقعہ ملتا ہے۔ اور ہر قسم کی اخلاقی و جسمانی و روحانی اصلاح میں بہترین مدد ملتی ہے۔ حجم ۲۸۰ صفحے۔ کاغذ کتابت طباعت نہایت اعلیٰ و عمدہ قیمت دو روپے آٹھ آنے ملنے کا پتہ دار المصنفین اعظم گڑھ یو۔پی۔

جیبی ٹریکٹ | یہ سلسلہ جاری کردہ محمد یامین اینڈ سنز مالکان احمدیہ کتب خانہ قادیان نہایت مفید ہے مشابہت مسیحین۔ پہاڑی وعظ۔ ۵۵ سوالات گوشت خوری عیسائیوں کا خدا۔ شیعہ مذہب۔ اسلام کی برکات لائف اور مشن مسیح موعودؑ۔ اصولی اختلاف مابین احمدی و غیر احمدی۔ حقیقی مذہب قیمت فی سینکڑہ دو روپے۔ احباب ان ٹریکٹوں کو منگوا کر سکولوں کے طالبعلموں اور تمام دوستوں میں تقسیم کرکے ثواب حاصل کریں۔

پنجابی منظوم رسالے | قادیانی لعل ۱ر شہادت نامہ نعمت اللہ خانؓ ۲ر اقبال مہدی ۔ر شہادت امام حسینؓ ۳ر ملنے کا پتہ:۔ **نصیر بک ایجنسی قادیان**

انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز | لنڈن سے باقاعدہ نکلتا ہے احباب کو اسکی توسیع اشاعت میں خاص کوشش کرنی چاہیئے اور درخواست خریداری دعوۃ و تبلیغ قادیان بھیجو۔ اُردو رسالے کا دفتر الگ ہے اسلیئے اس کی خط و کتابت میں اُردو کا لفظ ضرور لکھنا چاہیئے۔ اور اردو رسالے کی خریداری بڑھانے میں سعی بلیغ۔

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دار الامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے
کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی
فصلی بخار و طحال کی دوا
۲۴ برس سے ہندوستان کے ہر حصہ میں جاری ہے ہر سال لاکھوں مریض اس سے شفا پاتے ہیں وقت پر فائدہ اٹھانے اور اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کیلئے گھر گھر میں اسکو موجود رکھنا چاہیئے اس دوا میں یہ خصوصیت ہے کہ دو تین ہی خوراک سے بخار کا آنا موقوف ہو جاتا ہے اور چند روز کے استعمال کرنے سے باری کا بخار یکڑہ بھاری چوتھا وغیرہ کے فائدہ ورم جگر بالکل کم ہو جاتے ہیں اور خون گاڑھا ہو کر بخار کا آنا زائل ہو جاتا ہے آجکل بازار میں سیکڑوں بخار کی پیٹنٹ دوا موجود ہیں لیکن ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا ایک ہی اکسیر ہے دیکھئے اس دوا کے استعمال سے دو ہڈی کا کیا جسم دو تنومند ہو گیا ہے قیمت بڑی شیشی عہ چھوٹی شیشی ۱۰/ پیکنگ محصولڈاک فی شیشی کلاں ۸/ خورد ۶/
انٹی ملیریس پلز
بے مثل ملیریا بخار گولیاں
ان گولیوں میں ذرہ بھی کونین نہیں ہے۔ لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت بنا رہتا ہے جسم کا خون پانی ہو جاتا ہے جس سے آدمی کا رنگ پھیکا و میلا ہو جاتا ہے تلی و کلیجہ بڑھکر پیٹ نکل آتا ہے کبھی منہ اور ہاتھ پیر میں ورم آجاتا ہے۔ ایسی حالتوں میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں۔ قیمت ۲۴ گولیوں کی ڈبیہ ۱۱/ محصولڈاک ۱ سے ۶ ڈبیہ تک ۶/
کونین ٹیبلٹ
بخار روکنے والی لاجواب کونین کی گولیاں
ان گولیوں کو بچے و بڈھے سب کوئی شوق سے آسانی کے ساتھ کھاتے ہیں نئی طرز پر یہ گولیاں بنی ہیں قیمت حسب ذیل ہے۔ محصول ذمہ خریدار ہوگا۔
۲ دو گرین والی ۲۵ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲/ بارہ آنہ
" " ۵۰ " " ایک روپیہ چھ آنے
" " ۱۰۰ " " دو روپیہ
۴ چار گرین والی ۲۵ " " ایک روپیہ چار آنے
" " ۵۰ " " دو روپیہ چھ آنے
" " ۱۰۰ " " چار روپیہ چھ آنے
داد کا مجرب مرہم
ہر قسم کے داد کو جڑ سے رفع کرنے والی یہ اکسیر دوا ہے
نیا پرانا داد و کھاج چاہے جیسی ہوں اس مرہم سے فوراً آرام ہو جاتے ہیں ایک مرتبہ کے لگانے سے فائدہ معلوم ہوتا ہے دو چار بار کے استعمال سے جڑ سے نابود ہو جاتے ہیں قیمت فی ڈبیہ ۶/ محصولڈاک ۱ سے ۶ ڈبیہ تک ۶/
ڈاکٹر ایس کے برمن تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ